مسلمان تاجدار ہند، لکھنؤ کے رسالہ سخن سنج ہین، اس کے اڈیٹر حکیم محمد سراج الحق نے اسلامی تاریخ ہند کے متعلق ایک سلسلہ شایع کرنا شروع کیا تھا، انہی مضامین کو تین حصّون مین تقسیم کر کے مندرجہ بالا نام سے جمع کیا گیا ہے، مسلمانون نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رض کے عہد ہی سے ہندوستان کی سیاسیات مین عملی حصہ لینا شروع کیا تھا لیکن تقریباً پانچسو سالون تک وہ کوئی مستقل وسیع مرکزی حکومت قائم نہ کر سکے تھے، قطب الدین نے اس کی ابتدا کی اور ظفر شاہ نے ۱۸۵۷ء مین اسکا خاتمہ دیکھا، لیکن یہ تین حصے صرف شیر شاہ کی قائم کردہ سلطنت اور ہیمو کی شکست تک کے حالات پر ختم ہو جاتے ہین، اور دوسرے مغل سلاطین کے حالات کے لیے ہم کو جلد دوم کا متوقع رہنا چاہیے، کتاب عام اسلامی تاریخ ہند کے ضروری معلومات کے لحاظ سے بہت ہی مفید ہے، اور مصنف نے سب سے بڑی جو خدمت انجام دی ہے وہ یہ ہے کہ سلاطین کے نامون کے ساتھ غیر معتبر مورخین جو افسانے اُن کے بدنام کرنے کی غرض سے گڑھے ہین، اُنکی قلعی کھول دی ہے اور بچون کو ابتدا ہی مین اس زہر سے بچانے کی کوشش کی ہے، ہم اس مصنف کو مبارکباد دیتے ہین اور امید کرتے ہین کہ تمام مسلمان اپنے بچون اور بچیون کے لیے اس کتاب کو ضرور کام مین لائین گے، کتاب چھوٹی تقطیع پر ہے اور حصّہ اول ۷۴، حصّہ دوم ۸۰ اور حصّہ سوم ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے، تینون کی مجموعی قیمت عہ ہے اور مصنف سے کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ کے پتہ سے حاصل کیجا سکتی ہے، کاش لکھائی چھپائی کی طرف بھی کچھ توجہ کی جاتی،

حور- کلکتہ کی سرزمین عام طور سے اردو صحافت کے لیے شور تسلیم کیجاتی ہے، لیکن اس وقت جو روزنامے اور رسائل وہان سے نکل رہے ہین وہ ایک حد تک اس خیال کو غلط ثابت کرنیکی کوشش کر رہے ہین، حال ہی مین حور نامی نسوانی ادبیات کا ایک رسالہ بیگم صدیق حسن صاحب کی زیر ادارت شایع ہونا شروع ہوا ہے، ہم نے ابھی تک اسکا ایک نمبر دیکھا ہے، اور اسی کی بنا پر کہہ سکتے ہین کہ رسالہ کی ترتیب، مضامین کا انتخاب کسی تجربہ کار ہاتھ کی کوشش کا نتیجہ ہے، نسوانی دنیا کو اسے ہاتھون ہاتھ لینا چاہیے، قیمت سالانہ عہ، لکھائی چھپائی اچھی، منیجر حور ۲ ساگردت لین کلکتہ سے منگوائیے،

مجلد دوازدہم | ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین

شذرات

مسلمانان ہند کی مشہور تعلیمی کانفرنس (آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس) کا سالانہ اجلاس، امسال بھی حسب دستور دسمبر کی آخری تاریخون مین بمقام علی گڈھ، منعقد ہوگا، ہم نہین جانتے کہ صدارت کا انتخاب ہوچکا ہی یا نہین، مگر ہمارے خیال مین وقت کے لحاظ سے مناسب تر انتخاب صاحبزادہ آفتاب احمد خان کا ہی، وہ مدت تک علم و ترقی کے مرکز مین رہکر آئے ہین، وہ بہت سی نئی باتین قوم کو بتا سکتے ہین،

اب جب قوم کا مطمح نظر بدل چکا ہی، خیالات مین انقلاب، مقاصد مین تغیر اور حالات مین تبدیلی نمایان ہی، تو ضرورت ہی کہ ہماری پرانی قومی مجلسون کے اون مطالبات مین بھی انقلاب، تغیر اور تبدیلی ظاہر ہو، بہت سی باتین آج سے ۳۰ یا ۴۰ برس پیشتر ضروری تھین، وہ اب بیسود ہوگئی ہین، اور بہت سی باتین جو پہلے بیسود معلوم ہوتی تھین ضروری ہوگئی ہین، بہت سی چیزین جو پہلے ناممکن تھین، ممکن ہوگئی ہین، اور بہت سے ممکنات نے اب ناممکن کی صورت اختیار کر لی ہی، اسلئے اوسی دلیل کی بنا پر جو اس تعلیمی مجلس کی سب سے بڑی دلیل تھی کہ ع

زمانہ با تو نسازد تو بازمانہ بساز

اوس مین زمانہ کے مطابق تغیر اور تبدیلی کی حاجت ہی،

ہمارا یہی خیال **ندوۃ العلما** کے متعلق بھی ہی کہ اب جب علما کے حالات مین تغیر ہوگیا ہے، جمعیۃ العلما قایم ہو چکی ہی، بلاد اسلامیہ سے تعلق ممکن ہوگیا ہی، اشاعت ا[illegible] کی انجمنین کام کر رہی ہین، مدارس نئے اُصول پر چلائے جا رہے ہین، ضرورت ہی کہ ایک دفعہ مبتکر پرجوش خیال اور روشن ضمیر علما،

اوس کے بنیادی مقاصد پر ایک تنقیدی نظر ڈالین، اور اس کے لیئے اوس کے ایک سالانہ اجلاس کی حاجت ہی، لیکن کہان؟
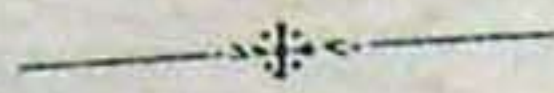
تعلیمی کانفرنس کا جو نظام اجلاس اِس دفعہ شائع ہوا ہی، اوس کو دیکھکر معلوم ہوتا ہی کہ اوس کے کارکن بھی اِس نکتہ کو سمجھ گئے ہین، لیکن یہ تغیر اس طرح کیا جانا شاید اون کو منظور خاطر ہے کہ تعلیمی مجلس کو علمی مجلس کی ہیئت مین تبدیل کر دیا جائے، چنانچہ اجلاس آیندہ کے مطبوعہ نظامنامہ مین زیادہ تر علمی تقریرون اور خطبون کی کثرت نظر آتی ہی اور اس کے بعد کچھ جدید تعلیمی آلات کی "**نمایش**" کو جگہ دی گئی ہی، تعلیمی نمایش تو اس نمایش گاہ مین ہمیشہ سے ہوتی آئی ہی، ہم تو یہ جاننا چاہتے ہین کہ کانفرنس کی کوشش سے کتنے اسکول کھلے، کتنے مدرسے قایم ہوئے، کتنے طلبہ نے وظیفہ پائے، کن کن تاریک مقامات مین کانفرنس کے سفرا نے "وفد کشی کی زحمت" کے علاوہ، تعلیم کی روشنی پھیلائی، اور مسلمانون کو ادھر رغبت دلائی، یہ الفاظ دردمندی سے نکلے ہین طعن و طنز اور اعتراض و جواب مقصود ان کا نہین

علمی حیثیت سے کانفرنس کا یہ اجلاس بشرطیکہ مردہ اور فرسودہ "تجاویز" اور "ریزولیوشنز" کو حسب دستور امسال کانفرنس مین اول جگہ نہ دی گئی، تو یقیناً نہایت دلچسپ اور مفید ہوگا، اور ہماری زبان اور ملک مین معلومات کا عمدہ ذخیرہ مہیا کرے گا، علم دوست اصحاب سے قدردانی اور قدرافزائی کی اُمید ہی، لیکن کیا کانفرنس کے لیئے یہ سوچنے کی بات نہین کہ اوس کے اجلاس کا زمانہ اب بدل جانا چاہیئے آخر مسلمانون کو کانگریس سے روکنے کے لیئے اِس کو اسی زمانہ مین منعقد کرنے کی پالیسی پر کب تک عمل ہوتا رہیگا؟

خوشی ہی کہ یورپ کی دوربین مین ممالک اسلامیہ کے جس خوش آیند منظر کا مشاہدہ کیا تھا معارف کے

ناظرین کو دو برس پہلے "دنیائے اسلام کے انقلاب" کی جو خبر واقعات کی روشنی مین دی تھی، ہر روز وہ منظر زیادہ نمایان اور وہ خبر زیادہ مصدق ہوتی جاتی ہی، تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ خدا فرماتا ہی کہ زمانہ کو ہم لوگون کے درمیان اُلٹتے پلٹتے رہتے ہین،

بحرین مین ایک قومی اجتماع ہوا، ایک عربی، فارسی، انگریزی کی تعلیم کا مدرسہ وہان قایم ہی، اوس کو ترقی دی گئی، ہانگ کانگ (چین) مین "نوجوان مسلمانون کی مجلس" (**ینگ مینس اسلامک سوسائٹی**) تبلیغ اسلام اور ترغیب علم کے لیے بنی ہی، اوس کا ایک کتبخانہ قایم ہوا ہی، **سنگاپور** مین انجمن اسلام کا علمی تعلیمی اور تبلیغی مقاصد سے قیام ہوا ہی، اور ایک ماہوار انگریزی تبلیغی رسالہ ہی، وہان کے عربون نے اپنے بچون کے لیے بطرز جدید لمنوف (!) "عرب اسکول" قایم کیا ہی، اور اوس کو ترقی دے رہے ہین، **بغداد** مین جدید علوم کی ایک نئی درسگاہ قایم ہوئی ہی، **انگورہ** کی ہیئت علمیہ اسلامیہ کا حال آپ کو معلوم ہو چکا ہی،

شام مین فرانسیسی قوت وطاقت کی مزاحمت کے باوجود، علمی رونق پیدا ہی، مجمع علمی عربی (عرب اکاڈمی) کے علمی مباحث، خطبات، اور تحقیقات، نوجوان عربون کے خیالات کو وسیع کر رہی ہی، اوس کی زنانہ اور مردانہ مجلسون مین ہر ایک ضرورت کے مطابق مفید تقریرون کا سلسلہ جاری ہی، ابھی **شیخ محمد کرد علی** وزیر تعلیمات، شام کا ایک بشارت نامہ موصول ہوا ہی کہ دمشق مین جو شام کا کسی قدر وسیع الاختیار حصہ ہی، مختلف درسگاہون کو ملا کر ایک جامعہ عربیہ (عربک یونیورسٹی) قایم کی گئی ہی،

شیخ موصوف کے والانامہ کا حسب ذیل اقتباس ناظرین کے لیے مسرت انگیز ہوگا،

"آپکا خط مجمع علمی عربی کے جلسہ مین پڑھکر سنایا گیا، ارکان نے دار المصنفین ہند کے ساتھ مجمع کے

علمی روابط کو خوشی کے ساتھ پسند کیا......... خلفائے امویہ کے اس پایۂ تخت (دمشق) مین جس اسلامی مدرسہ کے قیام کی خبر آپ کو معلوم ہوئی ہو اور جس کی نسبت آپ نے دریافت کیا ہے، وہ ابھی تک تاسیس اور تعمیر کی حالت مین ہی، جب اوس کا افتتاح ہو جائیگا تو مین آپ کو اوس کی خوشخبری سناؤنگا"

"بالفعل مین آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہون کہ دمشق مین ایک جامعہ عربیہ جس مین ایک طبی کالج، ایک قانون کا مدرسہ اور ایک علمی تحقیقات کی درسگاہ شامل ہی، اور اب آجکل علوم ادبیہ کی شاخ مکمل رہی ہی، ان تمام درسگاہون مین تمام علوم عالیہ عربی زبان مین پڑھائے جاتے ہین، جس کی دنیا مین کوئی نظیر نہین، الّا یہ کہ مصر مین **جامعۂ مصریہ** اسی اُصول پر ہی، لیکن وہ ابتدائی حالت مین ہی جس مین بہت سے شعبون کی ابھی کمی ہی، جس طرح ہمارے جامعہ مین علوم وفنون وسائنس (یا آرٹس) کی کمی ہی، اور نیز الٰہیات کا شعبہ بھی اوس حیثیت مین نہین ہی، جس کی آج بطلعین اسلام ضرورت سمجھتے ہین"

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا، کہ امریکہ مین مسلمانون کی تعداد ایک معقول حد تک ترقی کر گئی ہی، کل ولایات متحدہ مین مسلمانون کی تعداد پچاس ہزار ہی، جن مین زیادہ تر مسلمان شامی عرب اور ترک ہین، جو اپنے اپنے وطنون کو چھوڑ کر آباد ہوئے ہین، جن مین سے چار ہزار کے قریب ڈیٹرائٹ (Detroit) مین رہتے ہین، وہان انھون نے ایک عظیم الشان مسجد بھی بنائی ہی، معلوم ہوا ہی کہ شکاگو کے مسلمان، واشنگٹن مین تبلیغ اسلام کا ایک دفتر کھولنا چاہتے ہین، اور اون کو ان مقامات مین کامیابی کی اُمید ہی، امریکہ مین حبشیون کی بڑی تعداد آباد ہی، جس کو سپید رنگ کے انسان مسیحی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور وہ بڑی مظلومیت اور دکھ مین ہین لیکن اب اونھین معلوم ہوا ہی کہ صلح جو امن پسند مسیح کے پیرو کارون کے مظالم سے صرف ایک اسلام نجات دے سکتا ہی، اسلیئے اِس جائے پناہ کی طرف اون کو توجہ ہو چلی ہی،

نیویارک سے "نیگرو ورلڈ" (حبشی دنیا) سیاہ فام انسانون کا ایک اخبار نکلتا ہی، جریدۂ مذکور مین مسٹر جے، اے، او میلے بی A. O. Mallaby کا "اسلام اور رنگ کا سوال" ایک مضمون نکلا ہے، جس مین واقعات سے یہ ثابت کیا گیا کہ اسلام رنگ کے سوال سے مبرّا ہے، اور افریقی آبادی کے لئے، صرف وہی ایک مستحکم قلعہ ہی جو یورپین مسیحی حملہ آورون سے اون کو بچا سکتا ہی، اور ایک زبان عربی، ایک خدا اور ایک قرآن دیگر تمام سیاہ فام انسانون کو متحد قوم بنا سکتا ہی، اور عربی اب بھی لاکھون افریقیون کی زبان ہی،

مضمون نگار کہتا ہی:-

"افریقی آہستگی سے، لیکن یقین کیساتہ یہ سمجھنے لگے ہین کہ وہ صلیب کے زیر سایہ رہنے سے زیادہ، ہلال کے زیر سایہ رہکر اپنی بلند حوصلگی کے مقصد مین کامیاب ہو سکتے ہین، خود برطانوی حکام اسکا اعتراف کرتے ہین کہ مسلمان افریقی ذہانت اور اخلاق مین عیسائی افریقی سے علانیہ ممتاز ہوتا ہی، اسلام اپنے پیرو کارون کو بہادری، ذاتی حرمت، فیاضی اور بلند حوصلگی، سکھاتا ہی، محمد صلعم کا حلقہ بگوش ہمیشہ اپنے مقدس حق اور عزت کی حفاظت کی خاطر تیغ بکف رہتا ہی، ابھی چند برسون کے اندر ۵ کرور ۲۰ لاکھ باشندگان افریقہ مسلمان ہو چکے ہین، جنوبی نیاسا لینڈ مین جہان ۱۸۹۰ء تک محمد کا ماننے والا ایک بھی نہ تھا، وہان اب تمام اب تمام ملک مین مسجدین نظر آتی ہین، ڈربان اور کیپ کے درمیانی علاقہ مین دس لاکھ باشندے پچھلے سال مسلمان ہوئے ہین،

ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل علماء مین مولوی شاہ **زین العابدین** ندوی، ایک صاحب ہین جنھون نے تعلیم کی تکمیل کے بعد ہی سے اپنے کو دعوت و تبلیغ کے کامون کے لئے اپنے کو پیش کیا تھا، اور خود اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے امریکہ کا سفر کیا اور اب وہ وہان چند سال سے مقیم ہین، کل اونکا ایک خط امریکہ سے

ملا، جس مین یہ پڑھکر بڑی مسرت ہوئی، کہ ہماری برادری کا ایک عالم ندوہ کے خواب کی تعبیر پوری کر رہا ہی، ندوہ نے ایک درجن سے زیادہ ایسے عالم پیدا کئے ہین، جو مذہبی علوم کے ساتھ انگریزی کے گریجویٹ ہین، یا انگریزی کی خاصی قابلیت رکھتے ہین، مگر چونکہ قوم نے ایسے اشخاص کی کھپت کے لئے کوئی جگہ اب تک نہین بنائی ہے، اسلئے وہ زیادہ تر اسکولون اور کالجون مین معلم و استاذ ہین، شاہ صاحب کی ہمت سے ہمارے انگریزی دان برادران ندوہ کو ذاتی جرأت کا سبق حاصل کرنا چاہئے، کہ وہ خود اپنے معیار کے مطابق قوم مین اپنے لئے کام پیدا کرین اور اعتبار حاصل کرین،

شاہ صاحب کے طویل مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہی،

"ریاستہائے متحدہ امریکہ، کناڈا، کیوبا وغیرہ کے مختلف حصون کی سیاحت کی، تاکہ اسلامی نوآبادی کی حالت دیکھون، اور اسلام کے بیج بونے کی صورت پیدا کرون، مسلمانون کی کم و بیش ہر شہر مین آبادی ہی، مگر بری حالت مین ہین، مذہبی احساس مفقود ہی، البتہ قومی احساس پیدا ہی جس مین ذرا بھی ٹھیس لگتی ہی تو ابھر آتے ہین، اسلام کے خلاف یہان بھی پروپگنڈا جاری ہی، تاہم یہان اسلام کے مداح زیادہ نظر آتے ہین،

چھ ماہ سے یہان (شہر میچ) مین ہون، سارے امریکہ مین یہی ایک شہر ہی، جہان چھ ہزار مسلمان رہتے ہین، اور سب نوآباد ہین، مین نے اپنی حیثیت کے مطابق یہ کام شروع کیا ہی کہ وہ متحد ہون اور اون مین مذہبی جذبات پیدا ہون، انجمن **المعینؓ** کے نام سے ایک مجلس قایم کی ہی، جس کا مقصد مسلمانون کی باہمی امداد، اور ہر موقع پر اسلام کی خوبیون کو نمایان کرنا ہے، اس کا کوئی چندہ نہین، تجارت سے اسکا سرمایہ بڑھایا جائیگا، اس کے ماتحت ایک اسکول بھی ہی جس مین انگریزی

---

[1] معارف۔ اس نام کی دار العلوم ندوہ مین طلبہ کی انجمن ہی،

حساب وکتاب اور اُصول اسلام کی تعلیم رات کو دیجاتی ہی،

یہ انجمن اسلامی ممالک کے ساتھ شادی وغم کی تقریبون مین بھی شرکت کرکے بقیہ پرانی دنیا کے مسلمانون کے ساتھ سلسلۂ اخوت وبرادری کو قایم رکھنا چاہتی ہی، چنانچہ جب ڈاکٹر ابراہیم فواد بے، ناظم دار الیتامی حربیہ انگورہ وہان گئے تھے، تو بڑے جوش سے اونکا استقبال کیا گیا، ۳۰۰ موٹرین اون کے جلوس مین تھین، ہر جگہ ہلال احمر کا جھنڈا لہرا رہا تھا، ایک عظیم الشان ہال جلسہ کے لئے کرایہ پر لیا گیا تھا، سولہ ہزار ڈالر نقد جمع کرکے دیئے گئے، اسی طرح جب مصری وفد یہان آیا، تو اوسکو بھی جلسے کی دعوت دی گئی، سب سے تازہ موقع اس انجمن کے اجتماع کا مولانا **عبدالحی** مرحوم ناظم ندوہ کی خبر وفات کے موقع پر ہوا، ارکان نے مرحوم کی غیر متوقع وفات پر رنج وافسوس کا اظہار کیا،

رسالہ اردو (اورنگ آباد دکن) مین ایک صاحب شعر العجم پر مسلسل تنقید لکھ رہے ہین، اس تنقید کی آخری قسط اکتوبر کی اشاعت مین شایع ہوئی ہے، اغلاط کا بیشتر حصہ نامون اور سنون کے الٹ پھیر اور اختلافات پر مبنی ہو، اس آخری قسط کے آخر مین شعر العجم مین عمر خیام کے متعلق جو کچھ ہو اس پر تنقید نقل کیگئی ہو، مضمون نگار صاحب نے اس تنقید کی تحریر کی نسبت ڈاکٹر مسٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا، پروفیسر ادبیات فارسی اورینٹل کالج لاہور شاگرد پروفیسر براؤن کی طرف کی ہی، مرحوم مصنف نے تو سیکڑون برس پہلے کے مردہ اشخاص کے نامون مین غلطیان کی ہین، مگر ہمارے زندہ تنقید نگار کی صحیح البیانی یہ ہی کہ وہ زندہ اور معاصر اشخاص کے نامون مین بھی التباس اور تشابہ سے محفوظ نہین، پھر مردون کی داد وفریاد کون سنتا ہی، ڈاکٹر مسٹر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا (مشہور شاعر) اور ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی (ماہر ادبیات ایران) شاگرد پروفیسر براؤن، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور دو مستقل ہستیون کے علیحدہ علیحدہ نام ہین، حضرت مسیح نے سچ کہا ہی، تم کو دوسرون کی آنکھون کا تنکا نظر آتا ہی، مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہین آتا،

یک زندہ دل نہ رفت سلامت زعیب جو … کاین ماجرا بہ خضر علیہ السّلام رفت

مقالات

ارضِ حرم
اور
اُس کی مذہبی حیثیت

سرزمین حرم صرف عبادت گذارون کا مسکن ہی

ارضِ حرم کی نسبت گذشتہ مباحث مین جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ حقیقت عیان ہی کہ وہ اسلام کا دینی اور مذہبی مرکز ہے، اوس کا گوشہ گوشہ اسلام کا معبد اور مسلمانون کا مشہد ہے، ارض حرم جس دن ارض حرم بنی، اسی دن اوسکی یہ خصوصیت عیان کردیگئی ہے، کہ وہ صرف رکوع اور سجود کا آشیانہ اور اعتکاف وطواف کا مقام ہے، اور انھین بندگان حق کا مسکن ہی جنکی زندگیان راہ خدا پرستی مین وقف ہو چکی ہین اور جو حیات ابدی کے طالب اور جویان ہین، خانۂ حرم کے معمارون کو جب وہ اوسکی تعمیر سے فارغ ہو چکے اس کے مالک کا حکم پہنچا،

أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ — تم دونون میرے گھر کو طواف کرنے والون، اعتکاف کرنیوالون رکوع اور سجود کرنے والون کے لیے پاک کرو،

معلوم ہوا کہ ارض حرم کی تعمیر کا خاص مقصد یہ ہے کہ توحید کے پرستارون کا یہ وہ مقام ہو، جہان خدائے واحد کی پرستش کے سوا کوئی عمل مطلوب نہ ہو، اس کے سوا دنیا کے اور جتنے کام ہین وہ اوسکی پاکی اور طہارت کے منافی ہین، اوسکی طہارت اور پاکی، اسکی عظمت اور تقدس صرف اسی مین ہے کہ وہ عبادت الٰہی کا مرکز، توحید پرستی کا معبد، رکوع اور سجود کی چوکھٹ، اور اعتکاف وطواف کی خانقاہ ہو،

حضرت ابراہیم نے خدا کے نام پر جب اس گھر کو بنایا، اور اوسکی پاسبانی کیلئے اپنی سب سے پیاری اور عزیز اولاد حضرت اسمٰعیل کو قربان کیا، تو ساتھ ہی مقصد الٰہی کے مطابق اپنی غرض بھی ظاہر کردی،

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا	اور جب ابراہیم نے کہا، میرے پروردگار اس شہر کو امن دینے
وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ رَبِّ	والا بنا، اور مجھکو اور میری نسل کو اس سے بچا کہ ہم بتون کو پوجین
اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ	میرے پروردگار ان بتون نے بہت سے لوگون کو گمراہ کیا ہے،
فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔	تو جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے، اور جو میری نافرمانی کرے
رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ	تو تو بخشنے والا مہربان ہے، ہمارے پروردگار مین نے اپنی اولاد مین سے
زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ،	بعض کو تیرے مقدس گھر کے پاس بن کھیتی کے میدان مین اسلیے
(ابراہیم ۶)	لاکر بسایا ہے ہمارے پروردگار تاکہ وہ نماز کھڑی کیا کرین (یعنی تیری

اس شہر کے سب سے پہلے آباد کار نے یہ ظاہر کردیا کہ اوسکی بنا، صرف توحید پرستی کے لیے ہے، یہ باطل پرستیونکا کبھی گہوارہ نہ بنے، اس مقدس گھر کے سایہ مین جو بھی کبھی آباد ہون اونکی سکونت کی غرض صرف یہی ہونی چاہیے کہ وہ اقامت صلوٰۃ یعنی عبادت الٰہی کے لیے اپنی حیات کو قربان کرتے ہین، وہ ناپاک سازشون، اور چالبازیون، دنیاوی سیاستون اور ملعون ہوسناکیون، تخت و تاج اور باج و خراج، فوج و عسکر اور تیغ و خنجر کی جگہ نہین، وہ صرف ایک ہی کی بادشاہی کا دارالسلطنت اور ایک ہی سپہ سالار کا لشکرگاہ ہے، وہان کا تاجدار صرف خدائے قدوس ہے، اور وہان کا سریرآرا صرف رب دو عالم ہے، وہ انسانی بادشاہیون اور خونریزیون کی سرزمین نہین، وہ قدوسیون کا مسکن، حق جویون کا مامن اور سچے فرزندان ابراہیم کا وطن ہے،

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ابراہیم کے اصلی جانشین وہ نہین ہین جو صرف صلبی اور نسبی حیثیت سے ابراہیم کی جسمانی اولاد ہین، بلکہ وہ ہین جو ابراہیم کی پیروی اور اطاعت کرکے انکی معنوی اور روحانی اولاد بننے کا درجہ حاصل کرچکے ہین، حضرت ابراہیم نے صاف کہدیا،

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (ابراہیم)

جو میری پیروی کرے وہی مجھ سے ہے،

پس ابراہیم کی اولاد جسکو اس ارض حرم مین اوسکی جانشینی کا حق حاصل ہے وہی ہے جو یہان کی سکونت کے لیے ابراہیم کی اطاعت اور پیروی کی مالکانہ سند اپنے پاس رکھتی ہے، اسی بنا پر یہ سرزمین نہ کسی نسل خاص کی ملکیت ہے نہ کسی قوم واحد کی مملوکہ ہے، نہ کسی خاندان خاص کی جاگیر ہے، بلکہ یہ ان تمام انسانون کی ملکیت اور جاگیر ہے جو بت شکن ابراہیم کی پیرو اور مطیع ہے، وہ لوگ جو پشتہا پشت اور صدیون سے اس مین مستقل سکونت رکھتے ہون، اونکا اس سرزمین پر استحقاق ایک ذرہ ان سے زیادہ نہین جنھون نے ابھی ابھی اوس کے حدود مین قدم رکھا ہے، بلکہ وہ جو سوا صدیون سے نسلاً بعد نسل توحید کے پرستار چلے آتے ہین، اونکا حق بھی اُس ذلیل ترین ہستی کے حق سے سرمو زیادہ نہین جس کی زبان ابھی چند لمحے گذرے کہ کلمہ توحید سے مشرف ہوئی ہے، غرض عرب، عجم، ترکی و تاتاری، بنی ہاشم اور بنی امیہ، بنی فاطمہ، اور آل سعاد کی اور آفاقی، اس کے حقوق مین سب یکسان، مساوی اور برابر ہین،

دہ تمام مسلمانونکی ملکیت ہے

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　که درین راه فلان ابن فلان چیزی نیست

اس گھر اور اس سرزمین کے مالک نے اسکی آبادی اور سکونت کے استحقاق کے لیے صرف ایک ہی حق کو تسلیم کیا ہے، اور وہ ابراہیم کی اطاعت کیشی اور پیروی ہے، جو اس سند سے سرفراز ہے وہ اوسکی تولیت کا حقدار ہے، اور جو اس سے محروم ہے وہ اس کے حق سے بھی محروم ہے،

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	بیشک وہ جو کافر ہین اور جو راہ الٰہی سے اور اوس مسجد حرم سے
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ	روکتے ہین جسکو ہم نے تمام انسانون کے لیے بنایا ہے اور جس مین
اِۨلْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ (حج)	وہان کے رہنے والے اور باہر کے دونون کے حق برابر ہین"

اس اعلان الٰہی کے بعد کون ہے جو سرزمین حرم کی تولیت کا اس لیے مدعی ہو کہ وہ عرب ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ ہاشمی ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ آل اشراف سے ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ صدیون سے وہان سکونت پذیر ہے، اس لیے مدعی ہو کہ سالہا سال سے اس کا خاندان وہان حکمران ہے، اور کون ہے جو وہان سے باہر دوسرے ملکون کے

رہنے والے مسلمانون کے حق کو اس دلیل سے رد کردے کہ وہ عرب کی قوم نہین، وہ سادات اور شرفا کے خاندان سے نہین، وہ اس ملک کے باشندے نہین، اس سرزمین کا مالک صرف ایک ہی اور وہ خدا، اور اس کے تمام پرستاران حق اور کلمہ گو اس سرزمین کے حال و مستقبل کے حقوق مین یکسان اور مساوی ہین، وہ آل ابراہیم کی اس تمام نسل کا مسکن اور وطن ہے جو آج دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ مین پھیلی اور بکھری ہی اسی بنا پر شریعت اسلام نے شہر کی پوری زمین کو وقف قرار دیا ہے نہ اوس کا کوئی حصہ کسی کی ذاتی ملکیت ہی، نہ وہ فروخت ہوسکتی ہی، نہ وہان کرایہ پر کوئی مکان چلایا جاسکتا ہی، الغرض وہان شخصی تصرفات کے جو نشانات ہین، وہ شریعت محمدیہ کے روسے جائز اور روا ہین،

وہ دار الامن ہی، **آدم** کی اولاد فرشتون کے طعنون کے باوجود، اپنی سفاکیون اور خونریزیون سے خدا کی زمین کو نجس و ناپاک کرتی رہتی ہے، خدا نے سطح ارضی کے ایک گوشہ کو اپنا نشیمن بنایا اور اوسکو اپنا گھر کہکر پکارا، کہ وہ اس خون سے لتھڑی ہوئی دنیا کا ایک ایسا ٹکڑا ہو جو انسانی ظلم و ستم سے معصوم، اور سفاکانہ خونریزیون سے پاک ہو، جہان انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اس کے دامن عصمت کا داغ ہو، سطح ارضی کا یہ گوشہ سرزمین حرم ہے، جہان مجرم سے مجرم انسان کا بھی خون گرانا ممنوع، جہان حلال سے حلال جانور کا شکار بھی گناہ، جہان شاخون اور درختون کا کاٹنا بھی حرام، اور جہان سبزہ اور روئیدگی کو چھیلنا بھی جرم ہی، وہ صرف امن و امان کا وطن، اور سکون و سلام کا مسکن ہی، ہر ذی روح اور غیر ذی روح اس کے سایہ مین مامون اور معصوم ہے، حضرت ابراہیم نے دعا کی،

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (بقرہ)

میرے پروردگار اس شہر کو امن دینے والا بنا،

لبون کی جنبش سے پہلے یہ دعا بارگاہ الہی مین قبول اور استجابت سے مشرف ہو چکی تھی، کہ دم تکوین اس کے ناصیۂ تقدیر مین یہ شرف مقدر ہو چکا تھا،

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (بقرہ)

اور جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگون کا مرجع اور امن بنایا،

خدائے عزیز نے اس شہر کے امن و امان کی قسم کھائی،

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (تین)

قسم ہو انجیر اور زیتون کی، اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی،

قریش پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا،

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (قریش)

تو چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کو پوجین جس نے انکو (اس خشک اور بنجر زمین) بھوک سے بچا کر کھانا دیا، اور خوف سے محفوظ رکھکر انکو امن بخشا،

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (عنکبوت)

کیا وہ نہین دیکھتے کہ ہم نے امن والا حرم بنایا حالانکہ اس کے آس پاس کی بدامنی کا یہ حال ہے کہ لوگ اچک لیے جاتے ہین،

اس کے دار الامن بنانے کے لیے بارگاہ شہنشاہی سے یہ منشور خاص جاری ہوا،

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

جس نے اس کے اندر قدم رکھدیا وہ مامون ہوگیا،

اس نکتہ کو غور کرو کہ مدینہ آنیکے چند سال بعد ہی اسلام اسقدر طاقتور ہو گیا تھا کہ وہ جب چاہتا تلوارون کے سایہ مین حرم مین داخل ہو جاتا، مہاجرین کے قلوب اپنے وطن کے دیدار کیلئے بیقرار تھے، انصار کی تلوارین ساکنان حرم (قریش) سے انتقام لینے کیلئے بیتاب تھین، عام مسلمان مسجد ابراہیمی کے شوق زیارت کے لیے بیچین تھے، لیکن ان حالات کے باوجود آنحضرت صلعم کی نگاہ پاک مین ان سب سے بالاتر ایک حقیقت تھی، اور وہ یہ کہ وہ دار الامن ہی، تلوارون کی دھارون نیزون کی انیون اور تیرون کے پیکانون سے اس سرزمین کے جسم اقدس کو مجروح نہین کیا جاسکتا، وہ قتل و غنیمت اور خونریزی سے گو وہ حق کیلئے ہو مغلوب نہین کیا جاسکتا، وہ امن و صلح کا گھر ہی اور وہ صرف امن و صلح ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہی، آپ پرجوش مسلمانون کے جذبات کے خلاف حدیبیہ مین صلح فرماتے ہین، اور فوجون کی فاتح تلوارین انکو اس کے حدود کے اندر فاتحانہ داخلہ کی اجازت نہین دیتے، اور فرماتے ہین قریش جو بات بھی ایسی پیش کرینگے جس مین خانۂ الہی کی حرمت ہوگی مین اوسکو قبول کرونگا، دوسرے سال سینکڑون مسلمانون کے جلو مین اس طرح ادائے عمرہ کے لیے مکہ مین داخل ہوتے ہین کہ انسانی قتل و خونریزی کے تمام اوزار مکہ سے باہر چھوڑ دیے جاتے ہین، سنہ ۸ھ مین جب مکہ فتح ہوتا ہی، دس ہزار مجاہدین کے دستے قدسیون کے پیکر مین قسم قسم کے پھریرون اور نشانون کے سایہ مین حرم کے شہر سے قریب ہوتے جاتے ہین، انصار کی تلوارین انتقام کے جوش مین بار بار نیام سے باہر ہورہی ہین، ان کے علمبردار عبادہ کی زبان پر یہ ترانہ ہے،

الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة — آج گھمسان لڑائی کا دن ہے، آج کعبہ خونریزی کے لیے حلال کیا جائیگا،

حضور کے سمع اقدس تک یہ آواز پہنچی ہے، حکم ہوتا ہے کہ سعد بن عبادہ نے غلط کہا، آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے، اور اس قصور مین فوج کا علم عبادہ سے لیکر انکے بیٹے کو دیدیا، آگے بڑھے تو آنحضرت صلعم کی نگاہ مبارک مین تلوارون کی چمک نمایان ہوئی، معلوم ہوا کہ سیف اللہ خالد کی تلوار نیام سے نکل آئی ہے، اُنسے باز پرس کیگئی تو ظاہر ہوا کہ قریش کے ایک دستہ نے تیرونکی بارش سے دو مسلمانون کو جام شہادت پلا دیا، آپنے سنکر فرمایا کہ قضائے الٰہی یہی تھی، بعض شدید مجرمون نے حرم کی سرزمین مین جاکر پناہ لی، حکم ہوا کہ وہ جہان بھی ہون قتل کیے جائین یہی وہ ساعت تھی جس مین فرزند اسمٰعیل اور جانشین ابراہیم کے لئے سرزمین حرم مین قتل جائز قرار دیا گیا،

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (بلد) نہین اس شہر کی قسم کھاتا ہون، اور اے پیغمبر تو اس شہر مین حلال ہے،

قرآن مجید نے اس علت کی حد کی تعیین بھی کردی،

وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (بقرہ) — تو قریش سے حرمت والی مسجد کے پاس نہ لڑو، یہان تک کہ وہ تم سے اس مین لڑین تو اگر وہ تمکو وہان قتل کرنا چاہین تو تم انکو بھی قتل کرو،

عین اس وقت جب آپ کے لیے اس سند جواز پر عمل کا وقت تھا فرمایا،

وانہ لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم یحل لی الا ساعة من نہار فھی حرام بحرمة اللہ الی یوم القیامة (حدیث) — میرے پہلے کسی کیلئے اس مین لڑنا حلال نہین ہوا، اور میرے لیے بھی حلال نہین ہوا لیکن ایک گھڑی دن کیلئے، تو اب وہ خدا کے محترم بنانے سے قیامت تک کیلئے محترم ہے،

اب ان گنہگار انسانون کے حق مین کیا فیصلہ ہے جنھون نے مسجد حرام کے امن و امان کو ہر قسم کے آلات قتل سے زخمی اور مجروح کیا، اور معصوم سرزمین کو انواع و اقسام کے قتل و خونریزی سے ناپاک و نجس کیا؟

یہان ظالم سزایاب ہوگا ارض حرم کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ جو شخص اسکے امن و امان اور صلح و سلام کے خرمن مین آگ لگائیگا، وہ اس مین خاک ہو جائیگا، اور جو مغرور اسکے حدود مین ظلم و ستمگاری کو اختیار کریگا وہ خود دوسرونکے ظلم و ستمگاری کا نشانہ بنجائیگا، گھر کے مالک کا اعلان عام ہے،

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (حج) — اور جو اس مین منحرف ہوکر ظلم کا ارادہ کریگا ہم اسکو دردناک عذاب چکھائینگے،

ہمارے سامنے تاریخ کی زبان حال اس پیشینگوئی کی شہادت تصدیق کے لیے کافی ہے جب کبھی لوگون نے اس

سرزمین کو اپنی دنیاوی جاہ و جلال کا مرکز بنانا چاہا، اور اس کے امن و امان کی بارگاہ کو خطرہ مین ڈالا خواہ وہ باہر کے حملہ آور ہون یا اندر کے مدعی حکومت اصحاب الفیل کا کیا حشر ہوا؟ یزید اور اس کے خاندان کا چند سال مین استیصال ہوگیا، حضرت ابن زبیر کو ناکامی ہوئی، مدینہ منورہ بھی حرم ہے آپنے فرمایا کہ جس طرح ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا مین مدینہ کو حرم بناتا ہون، اس لئے مدینہ کے مدعیون کا بھی حشر یہی ہے، یزید کی بربادی ہوئی واقعہ حرہ مین انصار زادونکو ناکامی ہوئی، نفس زکیہ اور دوسرے سادات ناکام ہے کیونکہ ان مدعیون نے حرم کے امن و امان کو خاک و خون مین لتھیڑ دیا، شریف حسین اور اسکی اولاد کی ناکامی تمھاری آنکھون کے سامنے ہے،

سرزمین حرم دار السلطنة نہین بن سکتی تم نے ایک ایک کرکے پڑھا کہ ارض حرم صرف عبادتگذاری کا گھر ہے، وہ تمام دنیائے اسلام کی ملکیت ہے، وہ دار الامن ہے، یہان ظالم سزایاب ہوگا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سرزمین بادشاہیون اور فوج کشیون کیلئے نہین ہے یہ لڑائیون اور فسادونکا مقام نہین ہے، یہ سازشون اور چالبازیون کی کمینگاہ نہین ہے، اور اسکو یقین جانو کہ ملک کا دار السلطنة جسکی تعمیر فتنون اور ہنگامون سے اور جسکی بنا خونریزی اور سفاکیون پر ہوتی ہے، ارض اقدس کو اس سے پاک اور بیزار ہونا چاہئے، آنحضرت صلعم ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی ان مین سے کون تھا جو اپنے آبائی وطن کا شیدا نہ تھا، تاہم کسی نے بھی اسکو ملک کی سیاست کا بازیچہ نہین بنایا، اور ملک کا دار الخلافہ مدینہ منورہ ہی کو باقی رکھا، حضرت عثمان کے فتنہ نے یہ بھی ظاہر کردیا کہ حرم ابراہیمی کی طرح حرم محمدی بھی، سیاستگاہ اقوام بننے کے لائق نہین، چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ نے اسی بنا پر دار الخلافہ کو مدینہ منورہ سے کوفہ مین منتقل کردیا، حضرت عبداللہ بن زبیر نے جب اس کے برخلاف مکہ کو سیاسی مرکز بنایا تو نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، اب بھی غور کر اگر شریف حسین کی حکومت پر اندر سے یا باہر سے کوئی دوسری سلطنت حملہ آور ہو تو خانہ کعبہ کی توہین اور بربادی کے سوا اور کیا صورت حال ہو سکتی ہے؟ ہر دار السلطنة فسق و فجور، نمائش و تمدن، فتنہ و فساد، دنیاداری اور گنہگاری کا مرکز اور مرجع ہوتا ہے پھر کیا اے مسلمانو! ارض حرم مین بھی یہی منظر دیکھنا چاہتے ہو؟ فاعتبروا یا اولی الابصار،

نبوت کی ایک جدید حقیقت

از

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی،

ہمارے مخدوم مولنا حمید الدین صاحب بی اے نے قرآن مجید کی جو محققانہ تفسیر لکھی ہو، اگر وہ مکمل طور پر شائع ہو جائے تو اُس کے ذریعہ سے تفسیری اور ادبی رموز و نکات کے ساتھ، علم کلام کے مہمات مسائل کے متعلق بھی بکثرت جدید نظرئے قائم ہو سکتے ہین، جن سے اہل ذوق، اور اہل استدلال دونون کو یکسان طور پر تشفی و طمانیت حاصل ہو سکتی ہے، لیکن افسوس ہو کہ نزول قرآن کی طرح یہ تفسیر بھی نجماً نجماً شائع ہو رہی ہے، اس لیے کتاب کی پوری اہمیت نمایان ہونے نہین پاتی، تاہم انھین متفرق اجزا مین عقائد کے متعلق بعض ایسے عجیب و نادر نکتے مل جاتے ہین، جن سے ہمارے قدیم علم کلام کے دفتر پارینہ کا شیرازہ یکسر درہم برہم ہو جاتا ہے، اور اصل حقیقت ایک دوسرے قالب مین نمایان ہوتی ہے، مثلاً ہم کو اس قدر اجمالی طور پر معلوم ہے کہ ایک پیغمبر کی ذات دین و دنیا دونون کا مجموعہ، نہ صرف مجموعہ بلکہ آئینہ ہوتی ہو، اس بنا پر اگر ہم چشم بصیرت رکھتے، یا ہماری چشم بصیرت سے غفلت کے پردے اُٹھا دئے جاتے تو دین و دنیا مین ہمارے اعمال کے جو نتائج ہو سکتے ہین وہ ہم کو اس آئینہ مین نہایت واضح طور پر نظر آ جاتے، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے متکلمین نے نبوت کی جو حقیقت بتائی ہو، اوس نے اس آئینے کو اس قدر زنگ آلودہ بنا دیا ہے، کہ ہمارے اعمال کے نتائج تو ایک طرف، اس مین خود ہم کو پیغمبر کی اصلی صورت بھی نظر نہین آتی،

مثلاً قدیم علم کلام مین اشاعرہ نے نبوت کی جو حقیقت بتائی ہے، اوسکی تشریح صرف ان الفاظ مین کیجا سکتی ہی،

من قال له الله ارسلتك او بلغهم عني و نحو ه من الالفاظ ولا يشترط فيه شرط ولا استعداد بل الله يختص برحمته من يشاء من عباده،

پیغمبر وہ ہے جس سے خدا نے یہ کہا ہو کہ مین نے تجھ کو بھیجا یا لوگون کو میری طرف سے پیغام پہنچا یا اس قسم کے اور الفاظ، اور پیغمبر ہونے کے لیے کوئی شرط نہین، نہ یہ شرط ہو کہ اُس مین کسی قسم کی قابلیت ہو بلکہ خدا اپنی رحمت کے ساتھ اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہی خاص کر لیتا ہے،

اشاعرہ کے نزدیک نبوت کی اصلی حقیقت اس سے زیادہ نہین، البتہ عام لوگون کی شناخت یا اونکی تشفی و تسلی کے لیے اشاعرہ نے معجزہ کو دلیل نبوت قرار دیا ہے، اس لیے وہ بھی نبوت کا ایک لازمی جزو قرار پا گیا ہے، لیکن چونکہ اس جزو کے لازمی قرار دینے سے نبوت پر بہت سے تاریخی اور عقلی اعتراضات وارد ہوتے تھے، اس لیے محققین نے اس عام شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرے دوسرے راستے اختیار کیے، مثلاً امام رازی نے نبوت کی یہ تشریح کی کہ "انسان کو خدا نے دو قسم کی قوتین عطا فرمائی ہین نظری و عملی، قوت نظریہ کے ذریعہ سے وہ حقائق اشیاء کا صحیح ادراک کرتا ہو اور قوت عملیہ کے ذریعہ سے اوس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سے افعال عمل کرنے کے قابل ہین اور کن افعال سے احتراز کرنا چاہیے، لیکن چونکہ اس معاملے مین نقصان و کمال کے درجے نہایت متفاوت ہین اس لیے ان دونون قوتون کے لحاظ سے افراد انسانی کی تین قسمین ہین،

(۱) وہ لوگ جو ان اوصاف مین ناقص ہین،

(۲) خود کامل ہین لیکن ناقصون کی تکمیل نہین کر سکتے

(۳) خود کامل ہین اور ناقصون کو بھی کامل بنا سکتے ہین،

اور اسی تیسرے قسم کے لوگون کو پیغمبر کہتے ہین،

اشاعرہ نے نبوت کی جو تعریف کی تھی اوس سے یہ بالکل نہین معلوم ہوتا تھا کہ دنیا مین پیغمبرونکی بعثت کے کیا نتایج ہوتے ہین؟ اور انکی بعثت کا اصلی مقصد کیا ہی؟ لیکن امام رازی نے نبوت کی جو تشریح کی ہے اوس سے اگرچہ بعثت کی غرض و غایت ایک حد تک متعین ہو جاتی ہی، لیکن اس تعریف سے بھی یہ نہین معلوم ہوتا کہ ایک پیغمبر کی بعثت واقعات مابعد الموت سے کیا وابستگی رکھتی ہی؟ اور حشر و نشر کو پیغمبرونکی بعثت سے کس قسم کا تعلق ہی؟ اگر ایک شخص اس حد تک پیغمبرون پر ایمان لائے کہ وہ خود کامل ہین اور ناقصون کو بھی کامل بنا سکتے ہین، لیکن اس کے ساتھ وہ قیامت یا واقعات قیامت کا انکار کر دے، اور پیغمبرون کے اس فرض کو صرف دنیا تک محدود رکھے تو ہم خود اس تعریف کے رو سے اوسکو کوئی الزام نہین دے سکتے، بلکہ ہم کو معاد کے ثبوت کے لیے دوسرے دلائل کی ضرورت ہوگی،

امام غزالی نے احیاء العلوم مین نبوت کی جو تشریح کی ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان خلقۃً جاہل پیدا کیا گیا ہے، لیکن پیدا ہونے کے بعد اوس مین بتدریج حواس ظاہری کو ترقی ہوتی ہے جن کے ذریعہ سے وہ ملموسات، مرئیات، مسموعات، اور مشمومات وغیرہ کا ادراک کر سکتا ہے، اس کے بعد اوسکو تمیز دیجاتی ہے اور وہ اُن چیزونکا ادراک کر سکتا ہے، جو حواس ظاہری کی دسترس سے باہر ہین، اس کے آگے عقل کا زمانہ آتا ہے جس سے انسان کو ممکن، محال، جائز، اور ناجائز کا ادراک ہوتا ہے، لیکن اس سے بڑھکر ایک اور درجہ ہے جو عقل کی سرحد سے بھی آگے ہے اور جس طرح تمیز و عقل کے مدرکات کے لیے حواس بالکل بیکار ہین اسی طرح اس درجہ کے مدرکات کے لیے عقل بیکار ہے اور اسی درجہ کا نام نبوت ہے لیکن اس تعریف کی بنا پر نبوت کا اصلی اذعان صرف اوس شخص کو ہو سکتا ہے، جو یا تو خود پیغمبر ہے، یا تعلق قدسی رکھتا ہے، یا اوس نے، ریاضات اور مجاہدات کے ذریعہ سے مکاشفات اور مشاہدات کا درجہ حاصل کر لیا ہے، لیکن عام لوگون کے لیے وہ بالکل غیر تشفی بخش ہی، اور اہل عقل اور اہل استدلال کو بھی اس سے تسکین نہین ہو سکتی، چنانچہ خود امام غزالی لکھتے ہین،

وبالجملۃ فمن لم یرزق منہ شیئا بالذوق فلیس یدرک من حقیقۃ النبوۃ الا الاسم

مختصر یہ کہ جس نے تصوف کا کچھ مزہ نہین چکھا ہی وہ نبوت کی حقیقت نہین جان سکتا، بجز اس کے کہ نبوت کا نام جانے،

اس کے بعد لکھتے ہین،

وبما بان لی بالضرورۃ من ممارسۃ طریقتھم حقیقۃ النبوۃ وخاصیتھا

صوفیون کے طریقہ کی مشق سے مجھ کو نبوت کی حقیقت اور اوسکی خاصیت بدیہی طور پر معلوم ہوگئی،

امام غزالی نے ایک اور طریقہ سے نبوت کی تشریح کی ہے، یعنی یہ کہ ذہن و ذکاوت، فہم و فراست اور عقل و ذہانت مین افراد انسانی مختلف المراتب ہوتے ہین، اور اس مین اس حد تک ترقی ہو سکتی ہے کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہو سکتے ہین جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہین، جو لوگ شاعری، خطابت اور ایجادات و اختراعات مین تمام زمانہ سے ممتاز گذرے ہین وہ اسی درجہ کی مثالین ہین، یہ درجہ بالکل فطری ہوتا ہے، اور پڑھنے لکھنے سے حاصل نہین ہوتا بلکہ ابتدا ہی سے ان لوگون مین یہ قوت مرکوز ہوتی ہی انہی قوا مین حقائق اشیاء کے ادراک کی قوت بھی ہے جو کسی مین کم کسی مین زیادہ اور کسی مین زیادہ تر ہوتی ہے، یہان تک کہ ترقی کرتے کرتے بعض انسانون مین اس حد تک پہنچ جاتی ہی کہ کسب و تعلم کے بغیر اُن کو حقائق اشیاء کا ادراک ہونے لگتا ہے، اور اسی قوت کا نام ملکہ نبوت ہے، اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہین، لیکن اس تعریف مین انبیا کی قوت عملیہ کو جس کے ذریعہ سے وہ خود کامل ہوتے ہین اور دوسرون کو کامل بنا سکتے ہین، بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام رازی نے اس تعریف کی یہ کمی پوری کی ہے اور قوت عملیہ کو بھی اوس کا ایک جزو قرار دیا ہی

خود قرآن مجید نے بھی نبوت کی جو حقیقت بتائی ہے اوس مین علم کے ساتھ عمل کو بھی شامل کر لیا ہے،

یتلو علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

پیغمبر اُن لوگون پر خدا کی آیات کو پڑھتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے،

شاہ ولی اللہ صاحب نے نبوت کو ایک فطری ملکہ قرار دیا ہی اور اوس پر کائنات کے قوائے فطریہ سے استدلال کیا ہے، مثلاً نباتات کی ہزارون لاکھون قسمین ہین، لیکن ہر ایک کی شاخ، پتے، پھول، پھل، پھلون کی بو باس، رنگ اور ذائقہ سب مختلف ہی، اور یہ تمام اختلافات خود اونکی صورت نوعیہ کے نتائج ہین، اس بنا پر یہ سوال کرنا کہ انگور شیرین، لطیف، اور باریک پوست کیون پیدا کیا گیا؟ ایک لغو سوال ہے، کیونکہ یہ سوال کرنا گویا یہ کہنا ہے کہ انگور، انگور کیون ہوا؟ انگور کی فطرت خود اسکی مقتضی ہی کہ وہ شیرین ہو، لطیف ہو، باریک پوست ہو،

نباتات کی طرح حیوانات مین بھی ہر ایک کی شکل، صورت اور رنگ جدا ہی لیکن ان مین نباتات سے بڑھکر کچھ اور چیزین بھی ہین یعنی اختیاری حرکات اور فطری الہامات، ہر جانور کو خاص خاص الہامی علوم عنایت ہوئے ہین، جنکی وجہ سے وہ اپنے بنی نوع سے ممتاز ہے، اور وہ اونکی تمام ضروریات و خصوصیات زندگی کے کفیل ہین، مثلاً نباتات چونکہ حساس اور متحرک بالارادہ نہین ہین اس لیے ان مین رگ و ریشے پیدا کیے گئے ہین جو پانی، ہوا، اور مٹی کے لطیف اجزار کو چوستے ہین اور تمام شاخ و برگ مین تقسیم کرتے ہین، لیکن حیوان چونکہ حساس اور متحرک بالارادہ پیدا کیا گیا تھا اس لیے اوسکو اس قسم کا فطری ادراک دیا گیا جس سے وہ خود چل پھر کر اپنی تمام ضروریات زندگی مہیا کر سکتا ہے، پھر ہر ایک کے کھانے، پینے، رہنے سہنے کے طریقے مختلف ہین چار پائے گھانس چرتے ہین، درندہ گوشت کھاتا ہے، پرند اڑتے ہین، مچھلی تیرتی ہے، غرض ہر ایک جانور کی خصوصیات مختلف ہین اور یہ تمام اختلافات بھی اون کے مختلف صور نوعیہ کے نتائج ہین اور یہی صورت نوعیہ ہر ایک کو اوس قسم کے خاص ادراکات، خاص علوم اور خاص الہامات عطا کرتی ہے، جو اونکی ضروریات کے مناسب ہین، لیکن حیوانات کے جس قدر علوم وادراکات ہین سب کے سب فطری اور الہامی ہین، ان کو کسب واکتساب سے واسطہ نہین، لیکن انسان کو طبعی ادراکات اور فطری علوم کے علاوہ ایک دوسرے قسم کا ادراک بھی دیا گیا ہے جسکو اکتسابی او

نظری کہتے ہین، اور جو تجربہ، غور وفکر اور ترتیب مقدمات سے حاصل ہوتا ہے، یہی اکتسابی ادراک یا الہام ہے جس کے ذریعہ سے انسان تجارت صنعت، حرفت اور ہر قسم کے علوم وفنون حاصل کرتا ہے، یہی قوت ہی جو مختلف پیرایون مین ظاہر ہو کر کسی کو بادشاہ، کسی کو سپہ سالار، کسی کو حکیم اور کسی کو صناع بنا دیتی ہے

لیکن یہ تمام علوم وادراکات انسان کے جسمانی حالات سے تعلق رکھتے ہین، ان کے سوا انسان کو ایک اور قسم کا ادراک دیا گیا ہے، جو اونکی روحانیت کا خاصہ ہی، اور جس کو قوت ملکیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی، اسی قوت کا اثر ہے کہ انسان اپنے گرد وپیش کے مخلوقات کو دیکھکر یہ غور کرتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ کیونکر قائم ہو گیا؟ خود مجھکو کس نے پیدا کیا؟ کون مجھکو روزی دیتا ہے؟ ان سوالات کے جواب مین وہ ایک قوت اعظم کا قائل ہوتا ہے، اور پھر اوس کے سامنے سر عجز خم کر دیتا ہے، حاسہ انفعال بھی اسی روحانی قوت کا اثر ہے یعنی جب انسان کوئی اچھا یا برا کام کرتا ہے تو اوس کا اثر اوس کے دل پر قائم رہجاتا ہے اگر وہ اچھا کام تھا تو اوس کے دل مین انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اگر برا تھا تو انقباض ہوتا ہے۔

غرض اس روحانی ادراک کے اقتضا سے سلسلہ بہ سلسلہ بہت سے اصول، قواعد، عقائد اور اعمال قائم ہو جاتے ہین، لیکن چونکہ یہ قوت تمام افراد مین یکسان نہین ہوتی اور چونکہ انسان کا کمال روحانی اس پر موقوف ہی کہ روحانی حیثیت سے نیکی، بدی اور برائی اور بھلائی کا ایک مکمل قانون تیار ہو جائے اس لیے خداوند تعالیٰ ان مین ایک شخص پیدا کرتا ہے جو وحی الہی کے القاء کے قابل ہوتا ہی،[1]

شاہ صاحب کی یہ تقریر اگرچہ نہایت جامع ومکمل ہے لیکن انھون نے بھی سلسلہ نبوت کی ایک کڑی چھوڑ دی ہے یعنی اس تقریر سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ پیغمبر کی دعوت سے معجزات کا ترتیبی تعلق کیا ہے؟ اور جب ایک پیغمبر کی دکھائی ہوئی مشعل بھی لوگون کی آنکھون مین نور نہین پیدا کرتی

[1] ملخص از الکلام بحث نبوت،

تو دفعۃً عذاب الٰہی کیون نازل ہوجاتا ہی؟ اور باہم انبیا مین اس حیثیت سے کیا نسبت ہی؟ لیکن مولٰنا حمید الدین صاحب نے سورہ قیامہ کی تفسیر مین ضمنی طور پر نبوت کی جو حقیقت بتائی ہی، اوس سے یہ تمام عقدے حل ہوجاتے ہین، اور نبوت کی ابتدائی اور انتہائی کڑیان بہ ترتیب نگاہ کے سامنے آجاتی ہین، نبوت کی اس حقیقت کے اجزا یا مقدمات حسب ذیل ہین،[1]

(۱) انسان کو فطرۃً ایک ضمیر یا کانشنس عطا کیا گیا ہی، جو ہمیشہ اوس کو برے افعال پر سرزنش کرتا رہتا ہی، قرآن مجید نے اسی ضمیر کو سورۂ قیٰمہ مین ایک موقع پر نفس لوامہ کا خطاب دیا ہے، اور چونکہ انسان صرف اسی کے ذریعہ سے برے بھلے اعمال مین فرق کرسکتا ہے، اور وہی اوسکو تمام برائیون سے روک سکتا ہے، اس لیے اوس کو ایک قابل عظمت چیز قرار دیا ہی اور اوسکی قسم کھائی ہے،

ولا اقسم بالنفس اللوامہ	مین قسم کھاتا ہون اُس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہی،

اسی سورہ کی ایک دوسری آیت مین اوس کو بصیرت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے،

بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ	ہان انسان اپنے نفس سے واقف ہی گو وہ بہت کچھ حیلے حوالے کرے

قرآن کے ساتھ احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہی، چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے،

البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی نفسك	نیکی حسن خلق کا نام ہی، اور گناہ وہ ہی جو تمھارے دل مین
وکرھت ان یطلع علیہ الناس،	کھٹکے، اور تمکو یہ پسند نہ ہو کہ لوگ اُس سے واقف ہون،

فلاسفہ بھی اس کے معترف ہین، چنانچہ اُن کے ایک گروہ نے اسی قوت کو اخلاق کا سرچشمہ اور اصلی معیار قرار دیا ہے، اسی بنا پر اس گروہ کو اصطلاح مین ضمیرئین کہتے ہین،

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی نبوت کی جو تشریح کی ہی اوس مین اس قوت کی طرف اشارہ کیا ہے،

(۲) اس قوت کی تمامتر بنیاد مدح و ذم پر ہے یعنی انسان کو عمل صالح کی ترغیب صرف اس بنا پر

[1] ہم نے بعض مقدمات کا بطور خود اضافہ کر لیا ہے،

ہوتی ہے کہ وہ دنیا و آخرت مین ممدوح قرار پائے، اور برے کامون سے وہ صرف اس لیے احتراز کرتا ہے کہ لوگ اوسکو لعنت ملامت کرنے نہ پائین، اس بنا پر اس قوت کا اصلی سرچشمہ وہ ذات ہی جسکی مدح مین تمام دنیا رطب اللسان ہی اور وہ اپنی طرف کسی برائی کی نسبت کو گوارا نہین کرسکتا، چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے،

لا احد اغیر من اللہ تعالیٰ ولذلك حرم	کوئی شخص خدا سے زیادہ غیرتمند نہین، اسی لیے اوس نے
الفواحش ما ظہر منہا وما بطن ولا	تمام ظاہری و باطنی برائیون کو حرام کیا ہے، کسی شخص
احد احب الیہ المدح من اللہ تعالیٰ	کو خدا سے زیادہ مدح پسند نہین

اسی آفتاب عالمتاب کی شعاعین تمام دنیا پر پڑتی ہین، اور حسب مراتب استعداد اوس کو روشن کرتی جاتی ہین،

(۳) لیکن کبھی کبھی دنیا کی مادی ترغیبات انسان کی چشم بصیرت پر پردے ڈال دیتی ہین، اور اس وقت اوس کو اپنے اعمال کی برائی اور بھلائی ان شعاعون کی روشنی مین نظر نہین آتی، اس لیے ذات خداوندی کی قوت لوامہ ایک روشن ترین مظہر مین نمایان ہوتی ہے جس کو اصطلاح مین پیغمبر کہتے ہین،

(۴) اس بنا پر ایک پیغمبر کی بعثت عموماً ایسی حالت مین ہوتی ہے جب تمام لوگون کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑجاتے ہین اور اون کو برائیان بہت کم نظر آتی ہین، اس لیے وہ ابتدائی مراتب مین بھلائیون سے زیادہ ان برائیون کے نتائج کو نمایان کرکے دکھاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کا ابتدائی اعلان اسی طریقہ سے ہوا،

خرج رسول اللہ صلعم حتی صعد الصفا	آپ ایک روز گھر سے نکلے اور کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا "یا صباحاہ"
فھتف یا صباحاہ فقالوا من ھذا الذی	سب لوگون نے کہا یہ کون شخص آواز دیتا ہی؟ لوگون نے کہا
یھتف قالوا محمد فاجتمعوا الیہ فقال یا	کہ "محمد" اب لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے تو آپنے فرمایا اے
بنی فلان یا بنی فلان یا بنی عبد مناف	بنی فلان، اے بنی فلان، اے بنی عبد مناف

یا بنی عبد المطلب فاجتمعوا الیہ فقال ارایتکم لو اخبرتکم ان خیلا تخرج بسفح ھذا الجبل اکنتم مصدقی، قالوا ما جربنا علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید،

اے بنی عبد المطلب، یہ سب لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا اگر میں یہ خبر دون کہ ایک فوج اس پہاڑ کے دامن سے نمودار ہونے والی ہے، تو کیا تم لوگ میری تصدیق کروگے؟ سب نے کہا ہم کو تمھاری نسبت کسی دروغ بیانی کا تجربہ نہیں، اب آپ نے فرمایا کہ مین تم کو ایک سخت عذاب کی دھمکی دیتا ہون جو تمھارے سامنے ہے،

لما نزلت ھذہ الآیۃ "وانذر عشیرتک الاقربین" دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریشا فاجتمعوا فعم وخص فقال یا بنی کعب بن لوی انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد شمس انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد مناف انقذوا انفسکم من النار یا بنی ھاشم انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد المطلب انقذوا انفسکم من النار یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار، فانی لا املک لکم من اللہ شیئا غیر ان لکم رحما سابلھا ببلالھا،

جب آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے قریش کو بلایا سب جمع ہوئے تو آپ نے تعمیم و تخصیص دونون کے ساتھ ان لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا اے بنو کعب بن لوی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد شمس اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد مناف اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو ہاشم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد المطلب اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو آگ سے بچا کیونکہ تمھارے بارے مین خدا کے آگے کوئی اختیار نہیں رکھتا البتہ تمھارے رحمی تعلقات ہین اور مین ان کو تر و تازہ رکھونگا،

انطلق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رضمۃ من جبل فعلا اعلاھا حجرا ثم نادی یا بنی عبد مناف انی نذیر انما مثلی

آپ ایک پہاڑ کی چٹان کی طرف گئے اور اس کے ایک سب سے بلند پتھر پر چڑھکر فرمایا اے بنو عبد مناف مین دھمکی دینے والا ہون، میری مثال اور تمھاری مثال اُس

و مثلکم کمثل رجل رای العدو فانطلق یربا اھلہ فخشی ان یسبقوہ فجعل یھتف یا صباحاہ،

شخص کی سی ہو، جو دشمن کو دیکھکر اس غرض سے روانہ ہوا کہ اپنے اہل و عیال کی خبر لے، لیکن اسکو خوف معلوم ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن اس سے پہلے ہی پہنچ جائے اس لئے وہ پکار نے لگا "یا صباحاہ"،

لیکن جب لوگون کو ان خطرناک الفاظ سے بھی ہدایت نہیں ملتی تو وہ بجبر انکو اس قعر ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ حدیث شریف مین ہے،

انما مثلی و مثل امتی کمثل رجل استوقد نارا فجعلت الدواب و الفراش تقعن فیہ فانا آخذ بحجزکم و انتم تقحمون فیہ

میری مثال اور میری امت کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور پروانے اور حشرات الارض اُس مین گرنے لگے، تو مین تمھاری کمر کو پکڑ کر تمکو کھینچتا ہون اور تم آگ مین گھسے جاتے ہو،

مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت ما حولھا جعل الفراش و ھذہ الدواب التی فی النار یقعن فیھا و جعل یحجزھن و یغلبنہ فیتقحمن فیھا، فذلکم مثلی و مثلکم انا آخذ بحجزکم عن النار ھلم عن النار ھلم عن النار فتغلبونی تقحمون فیھا،

میری مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے آگ جلائی جب اس نے اپنے اردگرد کی چیزونکو روشن کردیا تو یہ پتنگے اس مین گرنے لگے اور وہ انکو روکنے لگا، لیکن وہ اس مین گھس گئے، یہی میری اور تملوگون کی بھی مثال ہے مین تمھاری کمر پکڑکر آگ مین گھسنے سے روکتا ہون کہ آگ سے بچو، آگ سے بچو، لیکن تم میرے قابو سے نکل کر اس مین گھسے پڑتے ہو،

اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی بعثت کے وقت دنیا آگ پر جل بجھنے والے پتنگون سے زیادہ اندھی ہوتی ہے اور وہ اُن کو ایک شفقت آمیز جبر کے ساتھ اس

ہلاکت مین پڑنے سے روکتا ہے، بہرحال چونکہ اس وقت دنیا پر برائیون کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے وہ اوامر سے زیادہ مناہی پر اپنی قوت کو صرف کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثون مین بلا شرط و قید مناہی سے بچنے کی ہدایت کیگئی ہے، اور اوامر کے بجالانے مین قوت و استطاعت کی قید لگائی گئی ہے، چنانچہ حدیث مین آیا ہے،

ما نہیتکم عنه فاجتنبوه و ما امرتکم به فافعلوا منه ما استطعتم،

مین جس چیز سے روک دون اوس سے اجتناب کرو، اور جس چیز کا حکم دون اوس پر بقدر استطاعت عمل کرو،

(۵) یہ سب سے آخری فرصت ہوتی ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بے غیرت دنیا کو دی جاتی ہے، چنانچہ خود حدیث مین آیا ہے،

لیس احد احب الیه المدح من الله عز و جل من اجل ذٰلك مدح نفسه، و لیس احد اغیر من الله من اجل ذٰلك حرم الفواحش و لیس احد احب الیه العذر من الله من اجل ذٰلك انزل الکتاب و ارسل الرسل

خدا سے زیادہ کسی کو مدح پسند نہین، اسی لیے اوس نے برائیون اپنی تعریف کی ہو، خدا سے زیادہ کوئی غیرتمند نہین، اسی لیے اوس نے برائیون کو حرام کیا ہے، خدا سے زیادہ کسی کو عذر پسند نہین، اسی لیے اوس نے کتاب آتاری اور پیغمبرونکو بھیجا،

اس لیے پیغمبرونکی بعثت کے بعد دنیا کا کوئی عذر قبول نہین کیا جاسکتا، اور ایک عام نفس لوامہ کی ضرورت ہوتی ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح مین قیامت کہتے ہین، اور اس کا کام بھی بعینہ وہی ہوتا ہے جسکو انسان کا ضمیر اور خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر انجام دیتے ہین، یہی وجہ ہے کہ خدا نے قیامت اور ضمیر انسانی کو ایک جگہ جمع کرکے دونون کی قسم کھائی ہے،

لا اقسم بیوم القیمة و لا اقسم بالنفس اللوامة

مین قیامت کی اور نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہون، اور قیامت کا وہی وصف بتایا ہو جو ضمیر انسانی کا ہوتا ہے،

ینبؤ الانسان یومئذ بما قدم و اخر، بل الانسان علی نفسه بصیرة و لو القی معاذیره،

آج کے دن انسان کو اوس کے اگلے اور پچھلے اعمال کی خبر دیجائیگی، اور انسان تو خود اپنے نفس کی خبر رکھتا ہے گو وہ کتنے ہی حیلے حوالے کرے،

(۶) اس ترتیب کے رو سے دنیا مین بار بار چھوٹی چھوٹی قیامتین آچکی ہین، پہلے ضمیر انسانی کا چراغ گل ہوا، تو اس کے روشن کرنے کے لیے پیغمبر مبعوث ہوئے، لیکن اونکی نصیحتین بھی بیکار گئین تو کبھی طوفان کی صورت مین، کبھی آندھی کی شکل مین اور کبھی زلزلے کے قالب مین عذاب الٰہی آیا، اور قوم کی قوم تباہ و برباد ہوگئی، لیکن جن پیغمبرونکی اُمت پر اس قسم کے عذاب آئے، اونکی بعثت ایک خاص قوم، ایک خاص ملک، اور ایک خاص خطے تک محدود تھی، اس لیے اس کا اثر بھی محدود رہا، لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد پانچسو برس کا زمانہ ایسا گذرا جس مین کوئی پیغمبر مبعوث نہین ہوا، اس لیے تمام دنیا کے ضمیر کا چراغ بجھ گیا، تمام دنیا مین عام گمراہی و ضلالت پھیل گئی، اور مشرق سے مغرب، اور جنوب سے شمال تک ایک عام اندھیرا چھاگیا، اس لیے خداوند تعالیٰ نے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے، اس حالت مین،

نظر الی اهل الارض فمقتهم عربهم و عجمهم الا بقایا من اهل الکتاب،

زمین والون کی طرف دیکھا تو عرب و عجم دونون پر اُسکی غضب آلود نگاہین پڑین، صرف کچھ اہل کتاب اس سے مستثنیٰ تھے،

لیکن باانہمہ خدا نے اپنی سنت قدیمہ کی بنا پر اس حالت مین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر بالکل آخری طور پر اتمام حجت کیا، چنانچہ خود حدیث شریف مین آیا ہے،

بعثت فی نفس الساعة فسبقتها کما سبقت هذه هذه و اشار باصبعیه السبابة و الوسطی،

مین عین قیامت کے وقت مبعوث ہوا لیکن اس سے صرف اس قدر آگے بڑھ گیا جسقدر انگشت شہادت اور بیچ کی اونگلی مین فاصلہ ہے،

بعثت انا والساعۃ کھاتین | میری بعثت اور قیامت مین صرف اس قدر فاصلہ ہی جس قدر

ان انگلیون مین ،

اور چونکہ اس وقت تمام دنیا آلودۂ معصیت ہو رہی تھی اس لیے آپ کو تمام دنیا کے لیے توبہ اور رحمت بنا کر بھیجا، چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے،

انا محمد و احمد و المقفی و الحاشر و نبی التوبۃ و نبی الرحمۃ، | میرا نام محمد ہی، احمد ہی، مقفی ہی، حاشر ہے، توبہ اور رحمت کا پیغمبر ہے،

اس کے بعد دنیا کو گناہون سے توبہ کرنے کے لیے کوئی آخری فرصت نہ دیجائیگی بلکہ ان کے تمام عذرات کا خاتمہ ہو جائیگا، اور حسب سنن الٰہیہ، عام طور پر قیامت آجائیگی اور اس کا فرض بھی وہی ہوگا جو ایک پیغمبر کا تھا، نبوت کی یہی جدید حقیقت ہی، جو مولٰنا حمید الدین صاحب کے ضمنی اشارات و افادات سے مستنبط ہوتی ہے، چنانچہ وہ سورۂ قیامہ کی تفسیر مین لکھتے ہین،

"خدا نے قیامت اور نفس لوامہ کو جو ایک جگہ جمع کر دیا ہی، اس پر جو شخص غور کریگا اوس کو ان دونون کے درمیان کی نسبت معلوم ہو جائیگی، تو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ قیامت نفس کلیہ کی ملامت کرنے والی ہے، کیونکہ دنیا کے تمام واقعات مین چونکہ توافق و تناسب پایا جاتا ہی، اس لیئے وہ ایک شخص ہے، اور جس طرح ہر انسان مین ایک قوت ہی، جو اوس کے پہلے افعال پر ملامت کرتی ہے، اسی طرح دنیا کی بھی ایک نفس لوامہ ہے، جو اُن واقعات پر ملامت کرتی ہی جو اوس مین ہوتے ہین، گویا خود دنیا مین اپنے اصلاح کی قوت موجود ہے، اور اگر یہ قوت نہ ہوتی تو وہ برباد ہو جاتی یہی وجہ ہے کہ تم کو فساد کے بعد کون نظر آتا ہے اور سیدھے راستے سے ہٹ کر وہ پھر اسی راستے پر پلٹ آتی ہے، متعدد بار اجرام باہم ٹکرا جاتے ہین یا مقررہ نظام سے دور نکل جاتے ہین پھر ایک قوت اوسکو پلٹا کر سیدھے راستے پر لے آتی ہے، یہ ایک طویل بحث ہے، اور اہل علم کو

اس مین شبہہ نہین کہ خود دنیا مین ایک مصلح اور مرمم موجود ہی، اور رات اور دن کے آنے جانے مین، اور سردی کے بعد گرمی مین اور قحط کے بعد بارش مین، اسکی نشانیان موجود ہین، اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی، نیکی، اور بدی اور انصاف و ظلم اور علم و جہالت اور تعمیر و تخریب پہلو بہ پہلو موجود ہین، اور اس کی تفصیل کسی قدر سورۂ اعلیٰ مین آئیگی، اس موقع پر خلاصہ یہ ہے کہ قیامت نفس کلیہ کی لوامہ ہے، اس لیے وہ اوس کے اعمال کو اوس کے پیش نظر کر دیگی، خدا کے اس قول کا کہ "انسان کو اس دن اوس کے پچھلے اعمال کی خبر دیجائیگی" یہی مطلب ہے، اسی طرح خود تمھارا نفس لوامہ تمھارے اندر قیامت کے مثل ہے، جو تمھارے اعمال کی حقیقت کو تمھارے پیش نظر کر دیتا ہے، اور خدا کے اس قول سے کہ "انسان خود اپنے نفس کی خبر رکھتا ہے" یہی مراد ہے، اسی طرح ہر پیغمبر اپنی قوم کے لیے نفس لوامہ ہے اور خاتم الانبیاء اپنی عام بعثت کی بنا پر تمام بنی آدم کے نفس لوامہ ہین، اور وہ قیامت کے مثل ہین،"

اس حقیقت کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد روحانی دنیا کی تمام کڑیان مسلسل اور مربوط ہو جاتی ہین اور نبوت اور قیامت کے اثبات کے لیے الگ الگ دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہین ہوتی، بلکہ دونون فطری امور مین داخل ہو جاتی ہین،

علم نفسیات

کی

ابتدائی باتین

کچھ دن ہوئے کہ یہ مضمون بھوپال سے ایک صاحب نے بھیجا تھا جنکو تعلیم کی تکمیل کی خاطر انگلستان جانے کی جلدی تھی مضمون کے شروع یا خاتمہ پر انھون نے اپنا نام نہین لکھا ہے، اس لیے یہ بے نام شایع ہوتا ہے، غالباً صاحب مضمون کا بھی اصل مقصود ناموری نہین، بلکہ ملک کے "نفس" کی تکمیل ہوگی، اس لیے امید ہے کہ وہ معارف کے اس فعل سے آزردہ خاطر نہ ہونگے، جس طرح "نفس" ایک نامعلوم وجود ہے، مقتضائے حال یہی تھا کہ مضمون نگار نفسیات بھی ایک نامعلوم وجود ہو،

"اڈیٹر"

نفسیات کا تعلق ([illegible]) "نفس" سے ہے، اگر ہم کسی معمولی شخص سے دریافت کرین کہ نفس کیا ہے تو وہ جواب دیگا کہ "نفس" ہمارے جسم مین ایک ہستی ہے جو کسی چیز کے یاد رکھنے اور خیال کرنے پر قادر ہے، ایک پتھر کو اس بات کا احساس نہین کہ وہ اپنی ہستی کے متعلق حالات دریافت کر سکے، ایک درخت کاٹ ڈالا جائے تو دوسرے ہمسایہ اشجار پر رنج والم کی کیفیات طاری نہین ہوسکتین، کیونکہ نفس سے محرومی کے باعث یہ اشیا، ان کی حیات کے اس احساس سے قاصر ہین جو انسان یا حیوان کو محسوس ہوتی ہے، برخلاف اس کے ایک انسان جس نے کبھی کوہ ہمالیہ کی وادی کا نظارہ نہ کیا ہو، وہ دامن کوہ کے پرفضا مناظر کا تصور کرسکتا ہے، کیونکہ خلاق عالم نے ان کو اس بیش بہا چیز سے سرفراز فرمایا ہے، جس کا نام نفس ہے،

نفس کی تعریف اکثر لوگون کا خیال ہے کہ نفس ایک غیر مادی ہستی ہے جو ہمارے جسم کے ایک خاص حصہ مین مقیم ہے، لیکن اس کے لیے کسی خاص مکان کی ضرورت نہین، جیسے ہوا کمرہ مین بھری ہوتی ہو لیکن اس کے لیے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہین کیجا سکتی، زمانۂ سلف کے محققین مین سے ایک گروہ کا خیال تھا کہ نفس مثل بھوت کے ایک ہستی ہے جو جسم کے ایک خاص حصہ مین مقیم ہے، اور جو انسان کی چند بلکہ تمام مخصوص کیفیات کے احساس پر قادر ہے، لیکن یہ خیال بالکل بیہودہ ہے، زمانۂ جدید کے ارباب فکر کی رائے ہے کہ یہ سچ ہے کہ حافظہ، تصورات، خیالات اور جذبات نفس کے مختلف اجزا ہین اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمام کیفیات، بیرون جسم وقوع پذیر نہین ہوتین، لیکن یہ صحیح نہین کہ یہ تمام نتیجہ ہے نفس کے عمل اور ادراک کا یا یہ کہ نفس ان تمام چیزون سے کوئی جداگانہ شے ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان تمام کیفیات اور حسیات ہی کا نام نفس ہے، "نفس" ان سب کا مجموعہ ہے، اور نفس بذات واحد ان سب سے جداگانہ کوئی شے نہین، "نفس" کی حقیقت ایک کرسی کی مثال سے زیادہ واضح ہو جائیگی، اگر ہم سے دریافت کیا جائے کہ کرسی کیا ہے، تو ہم جواب دینگے کہ کرسی فرنیچر کی قسم سے ایک شے ہے اس مین نشست کے لیے ایک خاص حصہ ہوتا ہے، اور اس کے چار پائے بھی ہوتے ہین اور ہتھوے بھی ہوتے ہین، پس جس طرح کرسی نام ہے مذکورۂ بالا اشیا کے مجموعہ کا، اسی طرح "نفس" نام ہے ان تمام کیفیات کی اجتماعی شکل کا، اگر ہم کرسی کے پائے اور ہتھوے جدا کردین، تو پھر کرسی کا وجود زایل ہو جاتا ہے، اسی طرح ہم خیالات اور جذبات کو علیحدہ کردین تو "نفس" کی تعریف بالکل ناقص رہجاتی ہے،

دماغ ظرف نفس ہے یہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ نفسیاتی کیفیات اندرون جسم ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے، یا یون کہیے کہ یہ کیفیات ہمیشہ صرف ذی روح اجسام ہی مین نمایان ہوتی ہین، لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی ضرور ہے کہ ان کیفیات کا تعلق ہمیشہ جسم کے ایک خاص حصہ سے رہتا ہے یعنی دماغ سے نفسی کیفیات اسی وقت ظاہر ہوتی ہین جب دماغ کے کسی حصہ مین ہیجان ہوتا ہے

اور یہ ظاہر ہے کہ دماغ کا تعلق اعصاب سے ہے جو تمام جسم مین منتشر ہین اس وجہ سے اعصاب بھی بقائے نفس مین ایک نمایان حصہ لیتے ہین،

دماغ اور نفس کا تعلق دماغ اور نفس ایک دوسرے کے جزو لاینفک ہین اس وجہ سے کہ اول تو یہ بات ظاہر ہے کہ جس قدر ذی روح جسم کا دماغ مکمل ہوگا، اسی قدر نفسیاتی کیفیتین زیادہ سنجیدہ، اور مکمل ہونگی، دوسرے یہ کہ نفسیاتی اثر دماغ پر پڑتا ہے، اگر دماغ مین کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس کا اثر نفسیاتی کیفیات پر ضرور ظاہر ہوتا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دماغ اور نفس ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہین

نفس غیر کا اثبات قبل اس کے کہ ہم مذکورۂ بالا مسئلہ پر روشنی ڈالین، یہ اچھی طرح باور کرلینا چاہئے کہ انسان صرف اپنی ہی نفسیاتی کیفیات کا مطالعہ کرسکتا ہے، اور ایک شخص کسی دوسرے شخص کی کیفیات کے احساس کرنے پر مطلق قدرت نہین رکھتا ہے، کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا رنج و الم یا دُکھ درد اپنے پر نہین لے سکتا، لیکن ہم کو یہ ضرور معلوم ہے کہ دوسرے لوگون کے بھی نفس ہوتے ہین، ہم اس کو اس وجہ سے معلوم کرتے ہین کہ ہم دوسرے لوگون کے نفس کے وجود کا اندازہ کرتے ہین، علاوہ اس کے ہماری خانگی، شہری، اخلاقی، معاشری، اور قومی زندگی کا انحصار محض اس خیال پر ہے کہ تمام انسانون کے نفس ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو یقینی واقعات کچھ نہ کچھ اس کے منافی ثابت کرتے، زندگی کے مذکورۂ بالا شعبے چند نفوس کی اجتماعی کوششون کا نتیجہ ہین، مثلاً بول چال جو ایک عمل نفسی ہے ہمیشہ کم از کم بغیر دو ذی روح کی موجودگی کے وقوع پذیر نہین ہوسکتی، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص بذات خود گفتگو نہین کرسکتا علاوہ اس کے قانون کی مثال لیجئے کہ قانون بھی بغیر دو نفسون کے اجتماع کے نہین بن سکتا ان تمام مثالون سے زیادہ قرین قیاس ایک اور شہادت ہے، ہمارے ظاہری احوال سے ہمارے نفس کی حالت ظاہر ہوتی ہے، ہم جانتے ہین کہ ایک خاص وقت مین انسان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے، مثلاً جب کسی کا عزیز مرتا ہے تو اس شخص پر ایک خاص رنج و الم کی حالت طاری ہوتی ہے

اور یہی کیفیت ہر ایسے شخص کی ہوتی ہے جس کو اس مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انسان بھی نفس رکھتے ہین، بلکہ ان کیفیات کا وجود جانورون مین بھی ہے، کتّا غصہ کرتا ہے، خواب دیکھتا ہے، اور اپنے مالک کو بھی پہچانتا ہے، اس سے بڑھکر یہ کہ حشرات الارض بھی نفس سے محروم نہین، اور بعض ماہرین فن کا تو یہی خیال ہے کہ جمادات بھی نفس رکھتے ہین،

نفس کی قسمین نفس بلحاظ اپنی ان خصوصیات کے جو حیات کے مختلف دورون مین وقوع پذیر ہوتی ہین تین قسمون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے، اول "نفس طفلانی" یا "ہیولانی" (Child mind) دوم "نفس بالغہ" (Mature Mind) سوم "نفس شیخوخت" (Old mind)

ان مین سے ہر ایک کی خاص خصوصیات ہوتی ہین جنکی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہین، تاہم ہر ایک کے شروع ہونے کے لئے صحیح اندازۂ وقت نہین کیا جاسکتا ہے، نفس کے ایک دور کے اختتام کے بعد دوسرا دور یقینی شروع ہوتا ہے، گو یہ عمل نہایت آہستگی کے ساتھ بتدریج واقع ہوتا ہے، اس قدر تفصیل کے بعد اگر یہ کہا جاوے کہ اب "نفس" کی حقیقت سے آپ اچھی طرح واقف ہوگئے ہونگے تو شاید یہ کچھ بیجا نہ ہوگا،[1]

نفسیات کا دائرۂ وسعت نفس کی حقیقت ظاہر کردینے کے بعد، ہم یہ زیادہ مناسب خیال کرتے ہین کہ یہ بتائین کہ نفسیات کا دائرۂ وسعت کہان تک ہے، ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ نفسیات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ انسان سے گذر کر حیوان یا جمادات بھی اس سے خالی نہین، تاہم مجمل طور سے نفسیات کو دو قسمون

[1] معارف:- ہم اور ہمارے ساتھ شاید بہت سے ناظرین بھی نفس کی حقیقت فہمی مین وہین ہین، جہان اس مضمون کے آغاز مین تھے، لیکن یہ مضمون نگار کا عجز نہین بلکہ عالم انسانیت کا عجز ہے، آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے نفس کی جو حقیقت ظاہر کی گئی تھی اہل نفسیات کی مجتہدانہ ترقی بھی سرِمو اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی، وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا، لوگ، اے محمد تم سے پوچھتے ہین کہ روح کیا ہے؟ کہدو کہ روح ہمارے پروردگار کی ایک بات ہے، اور اے انسانو! تم کو علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔

مین تقسیم کرتے ہین، اول نفسیات طبعی یا معمولی اور دویم غیر طبعی یا غیر معمولی، نفسیات طبعی سے نفسیات کی وہ کیفیات مراد ہے جو ایک انسان بالغ پر بحالت سلامتی ہوش و حواس طاری ہون، قسم دویم سے نفسیات کی وہ کیفیات مراد ہے جو بحالت عدم سلامتی ہوش و حواس طاری ہون اس قسم مین خواب، ہپناٹزم (تنویم مقناطیسی) اور دیوانگی کی مختلف حالتین بھی شامل ہین، نفسیات قسم اول کا تعلق صرف انسان بالغ کی کیفیات ہی تک محدود نہین، اس کا دائرۂ وسعت اس سے بہت زیادہ ہے، نفسیات طفلانی اور نفسیات شیخوخت کا تعلق بھی اسی سے ہے اور نیز یہ کہ نفسیات حیوانات اور نفسیات جمادات کا بھی اسی زمرہ مین شمار ہے،

نفسیات کی ایک اور شاخ ہے جو نفسیات اجتماعی (Ethnic psychology) کے نام سے موسوم ہے، نفسیات اجتماعی انسان کے ایک خاص گروہ کے اجتماعی عمل نفسی کا نام ہے، اسی لیے ان لوگون کو جنھین جماعتہاے انسانی اور پبلک زندگی سے سابقہ پڑتا ہے، جیسے وکلا، تجار، اخبار نویس، مقرر، واعظین اور رہنمایانِ قوم کو اس کے جاننے کی سخت ضرورت ہے، نیز نفسیات کا تعلق تعلیمات سے بھی بہت کچھ ہے، اس لیے معلمین اور اساتذہ بھی اس کی ضرورت سے خالی نہین،

اس بات کو اچھی طرح خیال کر لینا چاہیے کہ نفسیات ایک مختتم اور مکمل علم نہین ہے، یون کوئی علم بھی مکمل نہین ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ علوم مین دن رات صدہا ترقیان ہوتی رہتی ہین، لیکن چونکہ نفسیات کا تعلق صرف حیات اور کیفیات سے ہے، اس وجہ سے اسکی ترقی غیر متناہی ہے، برخلاف اس کے اور دیگر علوم کا تعلق مادہ سے ہے اس وجہ سے یہ ممکن ہو اور بہت ممکن ہے کہ ایک زمانہ مین مادی ترقی پایۂ کمال کو پہنچ جائے، لیکن نفسیات کے متعلق اس قسم کی ترقی کا محدود کرنا مشکل ہے جون جون دیگر مادی علوم مین ترقی ہوتی جائیگی ویسے ہی نفسیاتی ترقی کا دائرہ اور بھی وسیع ہوتا جائیگا، تاہم اسے یہ نہ خیال کر لینا چاہیے کہ نفسیات کی بنیاد ایک متزلزل حالت مین ہے، نفسیات کی عمارت بہت مستحکم ہے،

اس کی عمارت کا انحصار محض واقعات ہی پر ہے اور یہ اصلی فطری واقعات ہین، اس علم کے متعلق بہت کچھ معلومات تو ہو چکی ہے، اور ابھی بہت کچھ باقی ہے،

علم نفسیات کے مطالعہ کے وقت انسان کو اختلاف سے پریشان نہ ہونا چاہیے، اور اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ اصلی نفسیاتی اصولون مین تو بہت کم اختلاف ہے، اختلاف اس وجہ سے زیادہ نظر آتا ہے کہ علم النفسیات کی آڑ مین اکثر مابعد الطبعیات اور فلسفہ کے سوال بھی پنہان رہتے ہین، اب تک عام قاعدہ یہ تھا کہ نفسیات کیساتھ فلسفہ وغیرہ کے سوالات بھی حل کیے جاتے تھے لیکن یہ طریقہ درست نہین کیونکہ اول تو اس مین اکثر مسئلہ کے خبط ہو جانیکا اندیشہ ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ اس سے مطالعہ کرنے والے کو بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے، علاوہ اس کے اور بھی کئی دقتین پیش آتی ہین اسی بنا پر ماہرین نفسیات اس بات کے کوشان ہین کہ یہ مسائل خالص نفسیاتی نقطۂ نظر سے بیان کیے جاوین، اس مین بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر مسئلہ آمیزش کی گرد و غبار سے صاف ہو جائیگا، اور تمام مسئلے ہر علم کی روشنی مین الگ الگ نظر آنے لگین گے، یہان تک تو ہم نے نفسیات کو بحیثیت ایک نظریہ کے بیان کیا، اب ہم نفسیات پر بحیثیت علم یا سائنس کے بحث کرتے ہین،

علم النفسیات ایک بہت ہی قدیم علم ہے، معائنہ نفسی (Introspection) صدیون اس کے مسائل حل کرتا رہا ہے، لیکن زمانۂ حال مین جب اس بات پر زور دیا جاتا ہے، کہ ہر چیز عملی ہونی چاہیے، نفسیات کو بھی ہر حیثیت سے عملی (Practical) بنانے کی کوشش کیجا رہی ہے،

خداوند عالم نے انسان کو چند اعضا عطا فرمائے ہین جن مین علم انسانی کے پانچ ذرائع، جو پانچ حواس کہلاتے ہین، ودیعت ہین، یہ حواس خمسہ، سامعہ، (کان) ذائقہ، (زبان) شامہ (ناک) باصرہ (آنکھ) اور لامسہ (اعضاے جلدی) کے نام سے مشہور ہین، یون تو قدرت نے کائنات مین ایک ذرہ بھی بیکار اور فضول نہین پیدا کیا اور اسی وجہ سے ایک معمولی چیز کو بھی غیر ضروری خیال کرنا ایک اخلاقی جرم ہے، لیکن یہ ضرور فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان چیزون مین سے کون زیادہ ضروری ہے، پس اس بنا پر کہہ سکتے ہین کہ آنکھ تمام آلات احساس مین

زیادہ ضروری ہے، آنکھ سے ہم ان چیزون کا احساس کرتے ہین جنکا تعلق بصارت سے ہے، ابتدائے آفرینش ہین انسان کو پہلے صرف چمک (Brightness) کا احساس ہوتا تھا، اور بعدازان وہ مختلف الوانون کے احساس سے بھی لطف پذیر ہونے لگا، اصلی رنگ چار ہین، یعنی سرخ، نیلا، سبز، اور پیلا باقی دیگر رنگ انھین کی آمیزش سے بنتے ہین، آنکھ مثل ایک فوٹو کے کیمرے کے ہے، جیسے کیمرے مین کھولنے بند کرنے اور روشنی گھٹانے اور بڑھانے کے کل پرزے ہوتے ہین ویسی ہی آنکھ مین یہ سب کل پرزے موجود ہین

کان سننے کا آلہ ہے اس آلہ کے ذریعہ سے مختلف آوازون وغیرہ کا احساس ہوتا ہے، جس طرح سے کہ آنکھ مثل ایک کیمرے کے ہے، اسی طرح کان بھی مثل ایک پیانو کے ہے، اور جس طرح پیانو کے اندر مختلف پردے، مختلف آوازون کے لیے ہوتے ہین، اسی طرح کان مین بھی گیارہ ہزار روزن ہین، جن سے مختلف آوازین سنائی دیتی ہین، یہ تعجب کی بات ہے کہ کل اصوات نغمہ بھی گیارہ ہزار ہین، لیکن انسان اب تک صرف نوٹے پر قادر ہوا ہے، زبان اور ناک کو خداوند عالم نے معدہ اور دیگر اندرونی اعضا، کی حفاظت کے لیے پیدا کیا ہے، زبان سے مختلف ذائقون کا احساس ہوتا ہے اور ناک سے خوشبو اور بدبو کا، علاوہ اس کے اعصاب بھی احساس کا ایک آلہ ہے سردی اور گرمی اور بوجھ یا وزن یا دباؤ کا احساس اس سے ہوتا ہے،

یہ امر بھی قابل لحاظ ضرور ہے کہ ایک ہی چیز کے احساس کے مختلف مدارج ہوتے ہین یعنی مثلاً سرخ رنگ کا احساس ایک شئے ہے، لیکن اس کے بھی مدارج ہین، ہلکا سرخ رنگ، کم سرخ وغیرہ، اسی طرح سے وزن بھی ہے، ایک من کا وزن، اور ایک سیر کا وزن، گو دونون وزن ہین تاہم ان کے مدارج کے احساس مین اختلاف ضرور ہوتا ہے،

نفسیات کا دوسرا اہم سوال **یاد** کے متعلق ہے کسی چیز کے یاد رکھنے کے چار طریقے ہین وہ دو خاص آلے، جن سے ہم کو اکثر چیزین یاد رہتی ہین، آنکھ اور کان ہین، اور کوئی نفس عادی ہے، کسی چیز

کو دیکھنے کے بعد یاد رکھنے کا، تو اس کا تمام تر تعلق ان واقعات وخیالات سے ہوگا، جنکا تعلق دیکھنے سے ہے اگر ہم بصارت کے ذریعہ سے کسی تھیٹر کے سین کو یاد کرین، تو تمام نظارون کا فوٹو ہمارے سامنے پیش ہو جائیگا، لیکن راگ وغیرہ یاد نہ ہوگا، جو لوگ ایجاد واختراع کا مادہ رکھتے ہین انکا نفس اسی قسم کا ہوتا ہے ان کو اس کل کا جس کو وہ ایجاد کرنا چاہتے ہین ایک فوٹو ان کے سامنے آجاتا ہے،

اسی طرح جو نفس چیزون کو سماعت کے ذریعہ سے یاد رکھنے کا عادی ہے تو صرف وہی چیزین یاد رکھ سکتا ہے جس کا تعلق سماعت سے ہو، اگر ایسے شخص سے دریافت کیا جائے کہ اس نے تھیٹر مین کیا دیکھا تھا، تو اس کو صرف گانا یاد رہیگا، اور وہ مناظر بالکل بھول جائیگا، بڑا حصہ یادداشت کا جس کا تعلق قوت لامسہ سے ہو یعنی کسی چیز کو چھونے کی طاقت جس سے کسی چیز کی سختی یا نرمی کا ادراک کیا جاسکتا ہے، اور اسی طرح ایک حصہ وہ ہے جو ان سب کے اشتراک کا نتیجہ ہو اگر کسی شخص کا نفس اس قسم کا ہوتا ہے تو اُسکی یاد کو یہ تمام چیزین مدد دیتی ہین یعنی یاد کرتے وقت اس کو دیکھنے سننے اور چھونے کا یکجائی ادراک ہوتا ہے، ہمارے نفس کی ایک اور عمدہ صفت یہ بھی ہے اور اس کا نام اجتماع خیالات (Association of ideas) ہے، ایک بچے کو اپنے اعضا کے حرکت دینے کا خیال بھی نہین ہوتا، یہ صرف اجتماع خیالات ہی کی بدولت ہے کہ وہ رفتہ رفتہ چلنے پر قادر ہو جاتا ہے، فوجی تعلیم کا وہ تمام حصہ جو ضابطہ داری (Discipline) کے نام سے موسوم ہے اسکا بھی سارا دارمدار اسی پر ہے،

نفسیات کا وہ حصہ جس کا معائنہ نفسی (Introspection) سے تعلق ہے، بہت ہی قدیم ہے لیکن باوجود اس قدامت کے اسی مین اکثر اختلاف ہے، اور برخلاف اس کے تجربی نفسیات (Experimental Psychology) جو حال ہی کی ایجاد ہے، اس قدر اختلاف آرا سے ہمدوش نہین ہے، کینٹ (Kant) فلاسفر کے

زمانہ سے نفسیات کا یہ ایک دستور چلا آتا ہو کہ دوسری چیزون سے ہمارا نفسیاتی تعلق تین طریقون پر ظاہر کیا جاتا ہے، اوّل یہ کہ ہم ایک چیز کو جانتے ہین یا سمجھتے ہین، دوم یہ کہ ہمکو ہمارے اس خیال سے یا تو تکلیف ہوتی ہے یا آرام، اور تیسرے یہ کہ ان دونون حالتون کے بعد ہم اس کے متعلق کچھ خوشی ظاہر کرتے ہین ان تینون حالتون کا اصطلاحی نام عرفان (Knowing) احساس (Feeling) اور رضا (Willingness) ہے، انسان کے نفس کا یہ ایک خاصہ ہے کہ وہ پیچیدہ خیالات پیدا کرتا ہے، اور پھر ان کا ایک سلسلہ قائم ہوجاتا ہو، اس عمل مین اجتماع خیالی (Association of ideas) کا خاص حصہ ہے اور یہ اجتماع خیالات صرف ان معمولی خیالات کا نہین ہوتا جو کہ کسی زمانہ مین وقوع پذیر ہوچکے ہین، بلکہ علاوہ اس کے ان اشیار کا بھی اجتماع خیالی ہوتا ہے، جو پہلے کسی حالت مین جمع نہین ہوئی تھین، اسی بنا پر ایک اور عمل پیدا ہوتا ہے یعنی "عمل تقابل" ہم ایک شیر کو دیکھتے ہین، اور اس سے اکثر ہمارے دل مین یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بلی سے مشابہت رکھتا ہے، پس اس سے ہمارے ذہن مین ایک ایسی نسل کا خیال پیدا ہوتا ہے جو شیر اور بلی دونون مین ربط پیدا کرتی ہے اسی سے اور دوسرے جانورون کے ممکن الوجود ہونے کا پتہ چلتا ہے جو اس نسل سے تعلق رکھتے ہین، یا کہ جنکا ہونا ممکن ہے، اور اسی سے ہم کو زبان کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، تمام بلیون کو بلی کے نام سے نامزد کرنے سے یہ مراد ہے کہ ہمارے نفس مین بلی کی خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے اس نام کی بابت ایک خاص خیال پیدا ہوجائے،

ہم کو یہ ہرگز خیال نہین کرنا چاہئے کہ نفسیاتی حسیات اور کیفیات صرف وہی ہین جو ہمارے علم مین ہین، عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ اکثر ادراک ناقص کی وجہ سے حسیات و کیفیات نفس مین تبدیلیان واقع ہوتی رہتی ہین جنکا اثر ادراک کامل پر ایک خاص عرصہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک انسان سوتے وقت اقلیدس کی کسی شکل کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے،

اس وقت تو اس کی محنت رائگان جاتی ہے صرف شکل کا اجمالی تخیل ضرور ہوجاتا ہے، لیکن صبح جبکہ وہ بستر استراحت سے بیدار ہوتا ہو تو اس وقت شکل مذکور کا خیال کرتے ہی وہ اس کے حل کرنے پر قادر ہوجاتا ہے، اس قسم کے واقعات کی مثالین تنویم مقناطیسی (Hypnotism) مین کثرت سے ملتی ہین،

یہ اکثر تجربہ مین آچکا ہے کہ جب تنویم مقناطیسی (ہپناٹزم) کا عامل اپنے معمول پر عمل ختم کرچکتا ہے تو اس کے اثرات اس وقت بھی باقی رہتے ہین جب معمول اپنے ہوش و حواس مین آجاتا ہے، اس بات کے اکثر شواہد موجود ہین کہ ایک نفس سے دوسرے نفس مین خیالات تبدیل کیے جاسکتے ہین، اور ان کا احساس بھی نہین ہوسکتا ہے، نفسی اور اعصابی تبدیلیون مین ایک نفسیاتی اور حیاتی تعلق ہے، حسیات جو اعصاب کی محرک ہوتی ہین، یہ دماغی اعصاب و نیز دیگر اعصاب سے بھی تعلق رکھتے ہین، اس وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک عصب حرکت کرتا ہوا دماغ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو پھر اوسکی وجہ سے دماغی اعصاب بھی حرکت کرتے ہین، الغرض اس کا ماحصل یہ ہے کہ ہر نفسی کیفیت کے لیے ایک دماغی عمل درکار ہو، اور ہر دماغی یا حسیاتی عمل کے لیے ضرورت ہے ایک عصبی عمل کی، اس نفسی و اعصابی اور نفسی و حیاتی تطابق کا انحصار محض مشاہدہ اور عمل پر ہے،

ملا محمد سعید اشرف ماژندرانی
استاد زیب النسار بیگم،

از

جناب سید محمد کاظم صاحب بی، اے، ال ال بی وکیل روپڑ (انبالہ)

ملا محمد سعید المتخلص بہ اشرف ماژندرانی ایران کے ان خوش قسمت سخنوردن مین ہین، جن کے مرغ شہرت نے پر دبال، ہندوستان کی فضامین پیدا کیے، آزاد بلگرامی نے سرو آزاد مین ملا صاحب کا حال لکھاہے، کہ وہ ماژندران کے رہنے والے تھے، اور ملا محمد تقی مجلسی کے نواسہ تھے. شاہجہان کے آغاز جلوس مین ہندوستان پہنچے تھے، اور وہ زیب النسار بیگم (دختر شاہ عالمگیر) کی تعلیم پر مقرر ہوئے فارغ ہوکر ۱۰۸۳ھ مین ایران واپس گئے، اور پھر دوبارہ عالمگیر کے زمانۂ حکومت مین لوٹ کر ہندوستان آئے، اس وقت شہزادہ عظیم الشان عظیم آباد پٹنہ مین صوبہ دار تھا، اونکی ہمرکابی مین عظیم آباد گئے شہزادہ ملا صاحب کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور کبرسنی کے باعث اونکو بیٹھنے کی دربار مین اجازت دیدی تھی،

آخر عمر مین حج بیت اللہ کا شوق ہوا، چاہا کہ بنگال کے بندر سے جہاز پر بیٹھکر حجاز روانہ ہون، ابھی مونگیر (بہار) پہنچے تھے کہ عمر طبعی کا جہاز موت کے ساحل پر آلگا، ماژندران کے مسافر نے مونگیر کی زمین مین کمر کھولدی، یہین سپرد خاک ہوئے، آزاد لکھتے ہین کہ مونگیر مین ملا صاحب کی قبر مشہور ہے، معلوم نہین، اس مشہور زمانہ کا نشان اب بھی وہان ہے یا نہین،

ملا صاحب کے فضل وکمال مین کیا شبہہ ہے، مگر انھین کیا معلوم تھا کہ اونکی شہرت اور بقائے نام کا سب سے بڑا سبب یہ ہوگا کہ اُن کے دامنِ تربیت مین زیب النسار بیگم جیسی یگانۂ روزگار ہوئی، مولنا شبلی مرحوم نے زیب النسا کے حال مین لکھاہے کہ جب وہ ملا صاحب کی شاگرد ہوئی تو اس وقت اونکی عمر اکیس برس کی تھی، آزاد نے

ملا صاحب کا دیوان بھی دیکھا تھا، لکھتے ہین:

"دیوان ملا محمد سعید اشرف بمطالعہ در آمد- انواع شعر قصیدہ وغزل ومثنوی وقطعہ وغیرہا دارد، وہمہ جا حرف بقدرت می زند"

آزاد نے ملا صاحب کے دیوان کے کس نسخہ کو خدا جانے دیکھا تھا، حسن قسمت سے مجھے، ملا صاحب کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہے، جو حرف حرف آزاد کے دعوی کی تائید مین ہے،

یہ قلمی نسخہ کم وبیش آج سے دوسو برس پیشتر معرض تحریر مین لایا گیا ہے، اس قلمی نسخہ پر کسی مصنف یا کاتب کا نام نہین ہے، یہ مختلف اصناف شاعری پر مشتمل ہے، اس مین قصیدہ، غزل، رباعی، مرثیہ، غرضکہ ہر رنگ مین اظہار خیال کیا گیا ہے، اور آخری شعر پر اشرف تخلص ملتاہے، جس سے یہ اندازہ ہوتاہے، کہ یہ ملا اشرف کا کلیات ہے، ذیل کی سطرون مین اس کلیات سے ملا صاحب کے جو حالات خود اُن کے اشعار سے ماخوذ ہوسکتے ہین، سپرد قلم کیے جاتے ہین،

سکونت ملا صاحب کا وطن جیسا کہ معلوم ہوچکاہے ماژندران ہے، چنانچہ ایک جگہ اعتماد الدولہ العدل العالیہ خلیفہ سلطان کی تعریف مین جو قصیدہ ہے اس مین حسب ذیل شعر پایا جاتاہے:

گر از اصفاہان پدید آمد چو گل طبع کمال ‏ ‏ ‏ ‏ خاستہ چون سرو موزون اشرف از ماژندران

اس سے ماژندران جائے پیدائش اور اصفہان جائے تکمیل فن معلوم ہوتی ہے،

خاندان اشرف کے اشعار سے نہایت مختصر حالات اس کے خاندان کے متعلق مستنبط ہوتے ہین، اول یہ کہ اس کا باپ کوئی اہل کمال ضرور تھا، دویم یہ کہ اس کو اپنی اولاد سے خاص طور پر چشم زخم پہنچاہے، اپنے باپ کے متعلق کہتاہے،

آنم کہ نہال معرفت را ثمرم ‏ ‏ ‏ ‏ از دولت والا گرامی گہرم

ہر چند ز فضل دست من کوتاہ ہست ‏ ‏ ‏ ‏ دارد بفضیلت ید طولے پدرم

اس کا نانا تقی مجلسی سنہ ۱۰۷۰ھ مین فوت ہوا، بڑی دستگاہ علمی رکھتا تھا، اس کے متعلق اشرف نے تاریخ وفات لکھی ہے،

وعدهٔ دیدار یارب جنت الماوے بود،

تلمذ ایران کے مشہور شاعر صائب کو کون نہین جانتا، وہ چھ سات سال کے قریب ہند مین شاہجہان کے عہد مین رہا تھا اور ظفر خان صوبہ دار کشمیر کے ساتھ جس کے گہرے تعلقات تھے سنہ ۱۰۴۲ھ مین کشمیر کی سیر کرتا ہوا ایران واپس چلا گیا، اس کو واپسی پر شاہ عباس ثانی نے ملک الشعرا کا خطاب دیا، صائب کا مولد تبریز ہے لیکن بعد مین اصفہان مین سکونت اختیار کی تھی، ملا سعید اشرف نے اصفہان ہی مین اسی یگانۂ فن سے شرف تلمذ حاصل کیا، چنانچہ اس کی تعریف مین لکھتا ہے،

خدیو کشور گفتار میرزا صائب که داده است بتیغ قلم قرار سخن
مبین بدفتر پیشینیان کنون که شده است ز تازه گوئی او تازه روزگار سخن
خدایگان سخن گستران دوران ایا برائے من تو افتخار سخن
سخن بپایہ اوّل ز فطرتت برسد اگرچه گفته من نیست در شمار سخن
گر تو خود بنمائی جواهر اسرار که بر خویش پدید آورد بهار سخن
وگرنه نیست مرا آنقدر توانائی مدام اگرچه نشینم در انتظار سخن
ز التفات تو نبود بعید اگر شوم بصفت هنر بر دران سوار سخن
ز فیض لطف تو شاید که بشگفتم گل گل چنین که تنگ دلم من ز خار خار سخن
مرا که نیست بدیوان شعر نام و نشان گر شوم ز قبول تو نامدار سخن
همیشه تا ز سخن اعتبار مرد بود تو شاد باش که از تست اعتبار سخن

صائب کی وفات سنہ ۱۰۸۰ھ مین ہوئی، اس سال ایک خوش نویس سید عبد الرشید دیلمی کا بھی انتقال ہوا، اس کو بھی اشرف کی استادی کا فخر تھا، چنانچہ اشرف نے ایک مرثیہ لکھا، آخر شعر مین دونون کی تاریخ وفات نکلتی ہے،

گفتم از ارشاد پیر عقل در تاریخ آن
آه ما هم مردن آقا رشید و صائبا

صائب جیسا کہ پہلے مذکور ہوا سنہ ۱۰۴۲ھ مین ایران کو چلا گیا، ملا سعید اشرف کو اس کے ساتھ سنہ ۱۰۴۲ھ سے سنہ ۱۰۶۲ تک تعلق شاگردی رہا ہوگا، کیونکہ سن موخر الذکر تک اشرف کا قیام ایران اس کے ایک قصیدہ سے ظاہر ہو جاتا ہے، جو کہ اصفہان مین عزیز اللہ نامی رکن سلطنت کی واپسی کی تقریب پر جو سیاحت روم و شام و ہند کے بعد عمل مین آئی موزون کیا گیا، قصیدہ مذکور بڑا پر جوش ہے، اس کے شعر ذیل کے ہر دو مصرعون سے علیحدہ علیحدہ تاریخ خیر مقدم سنہ ۱۰۶۲ برآمد ہوتی ہے.

آمدی از ہند با الطاف سرشار آمدی
چون نسیم دلگشا از طرهٔ یار آمدی

مذہب جس طرح عام طور پر اہل ایران شیعہ مذہب رکھتے ہین، اشرف بھی اسی مذہب کا پیرو ہے کہتا ہے

آنکس که بملک اعتقادش راه هست وز مرتبهٔ قرب علی آگاه است
داند که کمان قاب قوسین نبی در قبضهٔ قدرت ولی الله است
حبذا تیغے که تیغ شاہان می کند بچو ہندی زادگان پیش غلامی اختیار

کیا ہی عبرتناک مقام ہے، آج سے تین سو برس پیشتر بھی ہندوستان کی غلامانہ حرکات ضرب المثل ہو چکی تھین،

من و مداحی آقائے خودم شاه نجف که درین زمرهٔ ابرار سری کند مرا
زور بازوے ید الله است اسد الله ولی مظهر قدرت جبار علی اعلے
در گہ شہر علوم نبی و کشور فضل محرم صدر نشین حرم او ادنے

سرور جرگۂ شاہان جہان شاہ نجف — صفدر معرکہ شیردلان شیر خدا

ہندوستان سے تکلیف اٹھا کر خراسان پہنچنا معلوم ہوتا ہے اور اس جگہ ایک لمبی نظم امام علی موسیٰ رضا کے مقبرہ پر موزون کی ہے، جس کا ایک شعر ہے،

چون خا باز آدم از ہند باروئے سیا — میروم از دست اگر لطفت نباشد دستیا

ان تمام اشعار سے اس کے مذہب کا غالب رجحان معلوم ہوجاتا ہے،

زیب النسا کو تعلیم دینا اشرف سنہ ۶۸ھ مین زیب النسا کی تعلیم پر مامور ہوا، یہ سال اورنگ زیب کے عہد حکومت کا اول سال ہے، اور اس وقت زیب النسا بھی اچھی عمر کو پہنچ چکی تھی یعنی اکیسوین برس مین تھی، تیرہ چودہ سال اشرف نے اسے درسی کتب کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، علم حدیث وغیرہ کی تعلیم دی اور شاعری کی اصلاح بھی کرتا رہا، شہزادی شروع مین تعزیہ داری کرتی، اور مجلس عزا مین شریک ہوا کرتی تھی، یہ اشرف کی تعلیم کا نتیجہ ہوگا، لیکن زیب النسا کی طبیعت مین شیعہ مذہب کے خیالات پوری طرح مستحکم نہین ہوئے، کیونکہ بعد مین اس نے حضرت میانمیر علیہ الرحمۃ سے بیعت کی ہے، یہ بات عام طور پر معلوم ہے، کہ اورنگ زیب شعرائ کے قدردان نہ تھے بلکہ مولٰنا شبلی فرماتے ہین، کہ "اورنگ زیب کے زہد خشک کے آگے شاعری کا چراغ گل ہوگیا" اشرف کا ایک شعر اس مضمون پر ہے،

خشکی زہد گرفت است جہان را اشرف — نیست سیلاب درین دشت ز صرصر ممتاز

ذیل کے چند اشعار کے متعلق یہ گمان گذرتا ہے کہ اورنگ زیب کے متعلق اشرف نے زیب النسا کی تعلیم پر مامور ہونے سے پہلے کہے ہین، ورنہ ملازمت کے حاصل کرنے کے بعد اس کو اس قدر منہ پھٹ ہونے کی ضرورت نہ تھی،

ایکہ از کشور خود جانب ہند آمدۂ — در ولایت خبر ہند مگر نشنیدی

بعد ازان کآمدۂ قصد اقامت چہ کنی — قصہائے ضرر ہند مگر نشنیدی

. . . . برامید زر و سیم — بے بقائی زر ہند مگر نشنیدی

زادۂ ہند کمر بستہ بقتل پدر است — این سخن در سفر ہند مگر نشنیدی

کہ جدائی کنی انجاز برائے فرزند — داستان پسر ہند مگر نشنیدی

اشرف کے بیشتر قصائد جو اس قلمی نسخے مین ہین زیب النسا بیگم کو مخاطب کر کے لکھے گئے ہین کیونکہ اول بادشاہ وقت کے نزدیک شاعری کی کچھ قدر و قیمت نہ تھی، دوم تعلق استادی کے لحاظ سے انعام و اکرام کا امیدوار ہوسکتا تھا، تو زیب النسا سے ہی ہوسکتا تھا، علاوہ ازین زیب النسا کو شعر فہمی و بذلہ سنجی مین کمال تھا، گو مرد نہ تھی لیکن شعرا کی قدردانی کے لحاظ سے جہانگیر کے ہم پایہ تھی، عہد اورنگ زیبی مین اس کا وجود شاعری عجم کے لیے مسیحائی اعجاز کا حکم رکھتا تھا، اشرف بھی ہر کسی کی تعریف نہین کرنا چاہتا تھا

طوطیم اشرف نکروم ہم زبان با ہر کسے — ہر کجا آئینہ سیمائیست گویا می شوم

سنہ ۱۰۸۳ھ مین وطن جانا چاہا تو زیب النسا کی خدمت مین ایک قصیدہ لکھکر پیش کیا جس مین رخصت کی درخواست کو اس طرح ادا کیا ہے،

یک بار از وطن نتوان برگرفت دل — در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

این پیش و قرب و بعد تفاوت نمی کند — گو خدمت حضور نباشد مرا شعار

نسبت چو باطنی است چہ دہلی چہ اصفہان — دل پیش تست من چہ بہ کابل چہ قندہار

دیگر حالات اس کی زندگی غربت و افلاس مین کٹی، اور مشہور شعرا مین سے نہین ہوا، چنانچہ کہتا ہے،

از غم افلاس اوقاتم بہ بیہوشی گذشت — چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گذشت

پاس دلبر بزم ما را مخل تصویر کرد — کز حیا تا آخر مجلس بسر گوشی گذشت

نیست اشرف بہ تحسین سخن سر زندۂ — زان چو معنی روزگارم در سیہ پوشی گذشت

ہندوستان سے چلے جانے کے بعد بھی اسے ہندوستان کی یاد دل مین چٹکیان لیتی رہی،

صفاہان رسید اشرف و باز — پائے نسبت تبان لاہور است

فلسفۂ اشرف اشرف کے نزدیک دشمن کو دوست بنانا ہو، تو اسے ہم نوالہ و ہم پیالہ بنا لینا چاہئے کہ اگر صرف دودھ پینے سے دو آدمی بھائی ہو سکتے ہین تو ایک کھانا کھانے سے کیون نہین ہو سکتے،

روزی خود رانمی داریم از دشمن دریغ — ہر کہ شیر ما خورد با ما برادر مے شود

غصہ عزت کو کم کرتا ہے،

رفتہ رفتہ آبرو را برطرف سازد غضب — آب را چندانکہ جوشانند کمتر می شود

گریہ وزاری کو ضبط کرنا آبرو بڑھاتا ہے،

گریہ چون در دل گرہ شد گرددا اشرف آبرو — قطرہ در دریا چو خندے ماند گوہر می شود

لوگون کی تحسین اصلی خوبی مین اضافہ نہین کرسکتی،

کے شود زیبائے گل اشرف از بلبل زیاد — حسن گفتار ترا مشاطہ گو تحسین مباش

دیدہ روشن بود اشرف زعینک بے نیاز — بر دل من داغ جانان گر نباشد گو مباش

اس کا خیال ہے کہ گناہ کی بدولت انسان کا جوہر ذاتی زیادہ نمایان ہو جاتا ہے،

قابلیت رانمایان ترکند تر دامنی — جامۂ رنگین چو تر گردید رنگین تر شود

شراب شاعری کا سرور کیسا ہوتا ہے،

اشرف از کیفیت گفتار گردی بیخودم — شعر چون گردید رنگین کار صہبا می کند

شوق علمی اور اس کی یاد آخر عمر تک رہی

خیزد اشرف از دلم ہر فغان و نالہ — سینہ ام را یاد طفلان باز مکتب خانہ کرد

اس کے نزدیک دینی مسائل مین دلائل و براہین ظاہری تلاش کرنا گمرہی کے مترادف ہے،

جانب میخانۂ تحقیق اشرف چون روی — باید اول رخصتے از ساقی کوثر گرفت

کلام کا رنگ صائب کے تلمذ کا اثر ملا اشرف کے کلام پر نہایت نمایان ہے، صائب کا خاص کمال تمثیلی استدلال ہے، وہی رنگ اشرف کے کلام مین بھی جھلکتا ہے، جیسا کہ اوپر کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے اور ذیل کے اشعار سے بھی ثابت ہی،

غافلان را چرک دنیائی ست زینت مے لباس — جامۂ تصویر از روغن مصفا تر شود

بوقت عرض مطلب قفل خاموشی بلب دارم — چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بر دہان دستے

کار خود کن راست چون فوارہ بے امداد غیر — خوشحال خویش و خود آب روان خویش باش

اشکے کہ راز عشق بگوید فشاندنی است — طفلے کہ خوش محاورہ افتد نماندنی است

حیات از صحبت افسردگان نابود می گردد — کہ چون فصل زمستان شد نفس ہا دود میگردد

بدنیا چون در آید آدمی بدبخت می گردد — ہوا چون در میان مشک آید بخت میگردد

تاریخ گوئی دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ اشرف کو تاریخ گوئی مین بھی خاص ملکہ تھا، چنانچہ اس قسم کی تاریخین بھی اس کے دیوان مین موجود ہین، اشرف کی نگاہ مین سید شمس الدین صاحب کی خاص قدر تھی، یہ کوئی بزرگ ہونگے، ان کے قتل کے موقع پر حسب ذیل تاریخ کہی گئی،

سائلے پرسید از تاریخ سال فوت او — گفتمش ذر اول شہر ربیع الاول است

[illegible]

ہندوستان مین دوبارہ آمد دیوان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اشرف ہندوستان مین دوبارہ واپس آئے

چنانچہ واپسی کے وقت دریائے (سندھ) طغیانی پر تھا، جب طغیانی کم ہوئی تو فوراً نظم موزون کی، جس کے آخر مصرع سے تاریخ نکلتی ہے،

سیل دریائے بتان پایاب شد، ۱۰۹۸

خاتمۂ سخن قلمی نسخے کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اشرف نہایت ہی پرگو شاعر ہے، سو سو شعر کا قصیدہ کہہ ڈالتا ہے، اور آمد مین کوئی فرق نہین آتا، جوش بالکل کم نہین ہوتا، تاریخ کا مادہ موزون کرنے مین کمال رکھتا ہے، اس قلمی نسخے مین ایک خاص نقص یہ ہے، کہ جگہ جگہ پر عنوانات کے لیے جگہ چھوڑی گئی ہے، کہ سرخ روشنائی سے لکھے جائین، لیکن پھران کے لکھنے کا موقع نہین آیا، دوسرا نقص یہ ہے، کہ نسخہ پارینہ ہونے کے سبب کرمخوردہ ہوگیا ہے، اور اکثر الفاظ حذف ہوگئے ہین، اسطرح اس کے مطالعہ سے جو لطف اٹھ سکتا تھا وہ بہت جلد منغص ہوجاتا ہے،

ضمنیات

کیا آزاد بلگرامی تھے؟

از مولوی سید مقبول احمد صاحب ایم اے، ایل ایل بی، ایف آر اے ایس،

(۳)

ید بیضا

باز گو از نجد و از یاران نجد،

یہ تذکرہ اور اس کا جامع غایت شہرت و ناموری سے کسی تبصرہ و تذکرہ کے محتاج نہین ہین، اس لیے مجھے صرف ایک ایسی حقیقت و اختصاص کا اظہار کر دینا چاہیے جو معدودے چند لکھنے والون کے سوا کسی کی زبان وقلم پر نہین آیا، اور جو ان دونون کی وابستگی سہدن کے متعلق ہے:

میر غلام علی آزاد، اپنی تصانیف مین ہر جگہ اپنے کو "بلگرامی" لکھتے ہین، وہ بلگرام مین پیدا ہوئے، وہین پرورش و تعلیم پائی، عمر کا ابتدائی حصہ بھی وہین گذرا، اور بالآخر دکن مین پیوند زمین ہوئے، مگر اصلیت یہ ہے کہ اُن کو بلگرام سے اتنا ہی تعلق تھا جتنا مولنا نظامی گنجوی کو گنجہ سے، نظامی تفاخراً فرماتے ہین سے

چو دُر گرچہ در بحر گنجہ گمم ولے از قہستان شہر قمم

اس لیے محققین، بالخصوص معاصرین بلگرام، اور چند مستشرقین طعنہ زن ہین کہ آزاد نے اپنا انتساب، بلگرام سے کیون کیا، اپنے موطن اصلی یعنی اسلاف کے مرز و بوم کو کیون بھلا دیا، حتی کہ سہدن کا کہین نام لینا بھی گوارا نہ کیا، حالانکہ اپنے عربی و فارسی اشعار مین، واسطؑ کا بار بار نام لیتے اور بڑی نازش و مباہات سے یاد کرتے ہین،

ؑ واسط اعراق کا ایک شہر ہے جہان کا قلم مشہور ہے، سبع سیارہ، قصائد عربی در تحفۃ المرجان و سرو آزاد، ملاحظہ ہون،

منشی[1] غلام حسن تخلص بہ ثمین بلگرام کے قدیم باشندے صدیقی فرشوری تھے، ان کے والد شیخ غلام حسین، اور دادا قاضی فیض اللہ اور ان کے پھوپھی زاد بھائی محمد صدیق سخنور[2] بلحاظ ریاست و علم و فضل ممتاز اور قصبہ کی خدمت قضا پر سرفراز رہے تھے، میر نوازش علی[3] کے شاگرد، اور خود بڑے صاحب تصنیف و تالیف تھے، انھون نے آزاد کی مآثر الکرام کے جواب مین وہان کے شیوخ کی ایک مبسوط تاریخ، شرائف عثمانی کے نام سے ۱۱۷۹ھ (۶۶-۱۷۶۵ء) مین لکھی تھی، وہ آزاد کے دعوی اور انتساب بلگرام پر تعریض کرتے ہین،

"بزرگ حضرت آزاد مذکور از قصبہ سمدن در عہد ملک بہلول[4] لودی در بلگرام برائے تحصیل علم برآمدہ، بعد چندے بوجہ اخلاق اہالیان بلگرام طرح توطن انداختہ، این معنی بر جمہور قدمائے بلگرام پیدا و ہویداست"

اسی بات کو ہندوستان کے عہد اسلام کے نامور مورخ ولیم اروین نے احمد شاہ[5] ابدالی و وزیر عماد الملک کے ترجمہ انگریزی[6] کی تمہید مین اپنے مخصوص انداز مین بیان کیا ہے اور مآثر الکرام کو محض سادات بلگرام کے خاندانون کی تاریخ قرار دیا ہے،

آزاد نے مآثر[7] کو "تاریخ بلگرام[8]" و "تذکرہ صاحب کمالان بلگرام" لکھا ہے، لیکن ان کا فقرہ کہ

[1] سرو آزاد و تذکرہ ثمین صفحہ ۲۵۰، [2] سخنور کا ذکر بھی آزاد نے سرو آزاد مین کیا ہے، صفحہ ۳۰۴، [3] نوازش علی فقیر، سرو آزاد صفحہ ۲۳۲ و مآثر صفحہ ۱۱۷۔ [4] سلطان بہلول نے ۸۵۵ھ (۱۴۵۱ء) سے ۸۹۴ھ (۱۴۸۸ء) تک یعنی ۳۸ سال ۸ ماہ ۷ روز سلطنت کی ہے، [5] ثمین نے چند واقعات چشمدید کو ۱۷۵۶ء مین کپتان جوناتھن اسکاٹ کی فرمائش سے قلمبند کیا تھا، [6] Ahmad Shah Abdali and The Indian wazir Imadul Mulk (1756-57) by William Irvine. B.C.S. 1907.

[7] مآثر کی تالیف بلگرام مین سفر حجاز (۱۱۵۰ھ) سے پہلے ہوئی تھی پھر بعد واپسی دکن مین تکمیل ہوئی، مآثر ص [illegible] دیباچہ، [8] مآثر دیباچہ صفحہ ۴، سرو آزاد دیباچہ صفحہ ۳۔ سبحۃ المرجان ص ۱۱،

"چون[1] درین کتاب نسب سادات بلگرام لازم گرفتہ شد، ایراد قصیدہ کہ در بیان نسب خود (میر عبدالجلیل) بہ تکلم آوردہ اند مناسب افتاد"، بعض صاحبون کو گران گزرا، اور اس کتاب کی تالیف، عموم شرفا کے خاندانون کے احوال سے بیگانہ و بے نیاز سمجھی گئی، ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ آزاد نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ "سید محمد صغری (متوفی ۶۴۵ھ) سے وہ سترھوین پشت مین تھے"[2] اور سید محمد صغری سے اوپر کا سلسلہ نسب بھی پورا نقل کر دیا ہے لیکن اپنے والد سید محمد نوح[3] کا تین چار مقامات پر ضمنی تذکرہ کرنے یا ایک دو مواقع پر نام لینے یا ان کے باپ سید[4] فیروز کا حوالہ دینے کے سوا اپنے اجداد قریب کا کچھ ذکر نہین کیا، یعنی سید فیروز سے اوپر کی کڑیان سب چھوڑ دی ہین، یہ بزرگ وہی گوہر یکتا ہین جو خاک پاک سمدن مین راحت گزین ہین،

آزاد کا یہ قصور کتنا ہی بڑا سمجھا جاوے، کہ انھون نے اپنے اسلاف کے موطن سمدن کا ذکر نہین کیا، لیکن انکی یہ وضع احتیاط بھی قابل ستائش ہے کہ وہ خود کو حسب الواسطی اصلاً، لکھتے ہین تو البلگرامی[5] مولداً و منشاءً، یا جواراً و منشاءً، بتاتے ہین، البتہ اواسط عمر بلکہ اواخر کی تحریرات مین جو بلگرام اور اہل بلگرام سے دور لکھی گئی تھین اور جبکہ مزید تشریح و تفصیل کی ضرورت کو کمال شہرت کمال بلکہ بلگرامیت نے رفع کر دیا تھا، عموماً فقیر آزاد[6] حسینی واسطی بلگرامی، لکھنے پر اکتفا نہ کیا ہے، پھر بھی اپنے ترجمہ کے ذیل مین "مولد[7] و منشا محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام" کا حوالہ دیتے ہین، بلگرام کے توطن کے بارہ مین آزاد کا دعوی ان الفاظ سے پایا جاتا ہے،

"بعد تالیف ید بیضا بخاطر رسید و سر پنجہ حب الوطن دامن دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالان

[1] مآثر الکرام تذکرہ میر عبدالجلیل صفحہ ۲۶۹ [2] مآثر الکرام ص ۱۱ و سند السعادات قلمی، [3] ۱۱۶۰ھ مین سید محمد نوح کا واقعہ وفات ناگہانی مآثر الکرام مین بتفصیل لکھا ہے، ص ۲۴۴، و حوالہ ملازمت نواب سربلند خان سرو آزاد ص ۲۱۳ [4] سید فیروز متوفی ۱۹ رجب ۱۱۲۶ھ۔ شجرہ طیبہ جلد دوم۔ و مآثر صفحہ ۲۴۵، [5] سرو آزاد صفحہ ۲۹۱ و مآثر الکرام ص ۱۷۱، سبحۃ المرجان ص ۱۱۸، [6] خزانہ عامرہ۔ دیباچہ ص ۱ و ص ۱۲۳، سرو آزاد۔ دیباچہ ص ۱، و مآثر دیباچہ ص ۳، سبحۃ المرجان دیباچہ ص ۱۔ [7] خزانہ عامرہ ص ۱۲۳۔

بگرام صانہ اللہ عن طوارق الایام بہ تحریر آیدہ" دیباچہ سرو آزاد صد ۔ و۔

"من آوارۂ دشت گمنامی آزاد بلگرامی را حب الوطن سلسلہ جنبان شد کہ تذکرہ در ذکر صاحب کمالان

بلگرام صانہ اللہ عن طوارق الایام بہ پردازم" دیباچہ ماثر ص،

"و حب الوطن در دل سائر علویات و سفلیات انداخت" ماثر دیباچہ ص،

"الواسطی اصلاً والبلگرامی وطناً" سبحہ ص،

آزاد کا یہ دعوی کہ "جز من از یاران کیست کہ این قدر ہمت در احیاء اسم در سم وطن صرف کردہ" غالباً حضرات بلگرام کو ناگوار گزرا ہی تھیں اپنے سلسلہ تقریر میں بعض ناگفتنی و ناروا باتیں کہہ گیے ہیں، حتی کہ "آزاد نے بیکار و دور از قیاس چھوٹے مضمون کی کتاب جمع کر کے متقدمین کو متاخرین قرار دیا اور اپنے آپ کو سید مذکور کی اولاد سے ظاہر کیا"

کون کہہ سکتا ہے کہ ایک طرف آزاد کا سمدن سے واسطہ ظاہر نہ کرنا، دوسری طرف اہل بلگرام کا اُن سے اعلان بے تعلقی و اتبرا، اور ایک ہمعصر ہم وطن کی یہ درشت زبانی، آزاد کی شان عظمت و وقار پر حرف نہیں لاتی اور آزاد یا اُن کے اقربا اس صاف گوئی و دریدہ دہنی کی تردید کیوں نہیں کرتے،

بہرکیف سمدن کی تاریخیں اس واقعہ کو اپنے اوراق سے محو نہیں کر سکتیں، کہ یہ قصبہ صدیوں تک سادات عظام زیدیہ کا بھی مہد علم و کرم رہا ہو، محلہ سید باڑہ کے پھاٹک کے سامنے مشرق و جنوب کے گوشہ میں جو آبادی واقع تھی وہ گرد آباد سے موسوم ہے، آبادی مدت ہوئی معدوم ہو چکی البتہ زبانوں پر نام باقی ہے اور تحریرات سرکاری و کاغذات دیہی میں قائم، دو دمان رضویہ مشہدیہ کے مکانات قدیم رواج و روایات اور آبائی شادات کے موافق ہمیشہ سے خام تھے، سید باڑہ معہ اپنی فصیل اور پھاٹک اور شمالی اور جنوبی کھڑکیوں کے گوندہ یا مٹی کی دیواروں سے محاط تھا، مگر جب میر خلق علی رضوی نے اپنا محل خشت سرخ سے بنوایا تو محلہ کا

ماثر الکرام دیباچہ ص، شرائف عثمانی دیباچہ

مغربی دروازہ بھی اسی وقت یا بعد کو کسی وقت پختہ کرا دیا تھا جس کے آثار ہنوز قائم ہیں، اور اب وہاں دھوبی اور غمرے (بوریا باف) رہتے ہیں، گرد آباد کے جنوب جو حصہ سید باڑہ سے بالکل ملحق ہے وہاں ایک طرف آل صفا کے مساکن تھے اور ایک جانب سادات عباسیہ (علویہ) کے محلات، وہ حصہ جو ست محل کہلاتا تھا اور اب کچھیانہ کے نام سے مشہور ہے اور جس میں زراعت ہوتی ہے، اس میں سادات زیدی واسطی (اولاد زید شہید) آباد تھے، اس کے قرینہ میں اونکا پنج محلہ تھا، جہان اب منظور باغ ہے، عمارات کا یہ سلسلہ تا لاب پل تک چلا گیا تھا، خواجہ حافظ سید احمد کبیر علیہ الرحمۃ کا مرقد اسی آبادی کے زیر دیوار واقع ہے، سادات زیدیہ کا گورستان زیادہ تر باغ امرائی میں تھا لیکن اب وہاں بھی قبروں کا نشان باقی نہیں، کہتے ہیں کہ جس طرح پنج محلہ زندوں سے آباد تھا اوسی طرح یہ باغ انھیں سادات کے مقابر و مزارات سے معمور و پرنور تھا، زیدی خاندانوں کی کچھ قبریں منہدیا (باغ مہندی) میں بھی تھیں، خان بہادر سید علی بہادر رئیس بلگرام کے اکابر کا یہی باغ آرام گاہ ہے، جہاں آزاد کے مورث میر عوض کی مسجد اور محل سرا تھی معمر باشندے اب تک اس کا نشان دیتے ہیں مضافات سمدن میں جانب پوکھریا مئو (محال گڈھیا قادر) بھی سادات کرام کی بود و باش کے نشانات دکھائے جاتے ہیں اور پرانی بنیادیں اونکی گذشتہ عظمت و شوکت کی شہادت دیتی ہیں،

مولوی حکیم سید منظور احمد طاب ثراہ نے کتاب سلسلۃ النسب سادات صمدنیہ میں اور خان بہادر حاجی سید عبد العزیز رضوی اعلی اللہ مقامہ نے تاریخ عزیزیہ میں ان انتقالات مکانی و مقامی کا با تفصیل ذکر کیا ہے، طلب علم یا فکر معاش میں بہت سے خاندانوں نے سمدن سے رفتہ رفتہ ہجرت فرمائی اور بلگرام و شاہ آباد و بہار، و دانا پور و مارہرہ و سکت پور و تالگرام و چھبرامؤ مختلف امصار و قصبات کو چلے گیے اور وہین کے ہو رہے، اروین نے بھی ان سادات کی ہجرت کا اپنی تاریخ نوابین بنگش میں حوالہ دیا ہے، ؎

سمدن کی وجہ تسمیہ کچھ بھی رہی ہو لیکن نصیر الدین محمد ہمایون کے عہد میں مشہد مقدس (امام رضا علیہ السلام) سے سید عبد الصمد کے ہندوستان میں آنے اور ۹۴۳ھ میں یہاں اقامت گزین ہو جانے کے بدولت اس قریہ کا نام صمادت سے بھی لکھا جاتا ہے،

Irvine's Bangash Nawabs of Farrukhabad Contained in Journal of the Asiatic Society of Bengal. 1878.

(آزاد) طوبیٰ لقوم ھاجروا و توطنوا ثلاث الدیار معادن الایمان

آزاد، کی تقریباً تمام علمی و تاریخی تالیفات[1] چھپ چکی ہین، لیکن دو سو برس گذر جانے پر بھی ید بیضا طبع سے محروم رہی، اس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ جو تذکرے آزاد نے اس کے بعد لکھے وہ اس سے زیادہ مکمل اور جامع تھے، جن سے ید بیضا کی طبع و اشاعت کی ضرورت رفع ہو گئی تھی، باین ہمہ یہ حقیقت فراموش نہ کرنا چاہئے کہ سرو آزاد و خزانہ عامرہ کے ہوتے ہوئے علامہ شبلی سے محقق اور قدر شناس نے ید بیضا سے قطع نظر نہین کیا، اور شعر العجم وغیرہ مین اس کے حوالے دئے ہین،

"ید بیضا[2] تالیف فقیر در احوال شعرائے سلف و خلف، اول این کتاب را در سیوستان ملک سندھ تالیف کردم و نسخۂ آن سائر و دائر شد، و بعد معاودت از بلاد سندھ بدیار ہند آن نسخہ را منسوخ ساختہ نسخۂ دیگر در سنہ ثمان و اربعین و مأتہ الف نوشتم و این مصراع تاریخ یافتم طبع کلیم ید بیضا نمود[3]"

سرو آزاد[4] مین یہ لکھکر کہ "این دلدادۂ زلف سخن پیش ازین بخدمت موزونان سلف و خلف پرداختہ و تذکرۃ الشعرائے مسمیٰ بہ ید بیضا محرر ساختہ اما آن نسخہ نقش انگارہ و تصویر ننگارہ بود" پورے ایک صفحہ مین اس کے مکمل نہ ہونے اور تنسیخ و اصلاح کے لائق ہونے کا اعتذار کیا ہے، بہرکیف شعرائے فارسی کا یہ عام و مختصر تذکرہ ہے اور بقول آزاد "لا تسمن و لا تغنی من جوع" کا مصداق، انتخاب اشعار بھی نہایت معدود ہے، حالات شعرا محض اسم نویسی یا اعلام وطن و انموذج کلام سے بڑھنے نہین پائے، آزاد نے اوس کو ہنگام قیام ملک سندھ (۱۱۴۲ھ تا ۱۱۴۴ھ) سیوستان مین لکھا ہے،

"مسودۂ اول این تذکرہ در سیوستان جمع کردہ بودم" صفحہ ۵۶،

[1] روضۃ الاولیا مطبوعہ اورنگ آباد، سرو آزاد لاہور، ماٰثر الکرام آگرہ، مفید عام، خزانہ عامرہ کانپور نولکشور، سبحۃ المرجان بمبئی مرزا محمد شیرازی، [2] خزانہ عامرہ دیباچہ صفحہ، [3] پورا قطعہ یہ ہے، ؎

این چہ سواد یست کہ در حرف او | لمعۂ اعجاز سخن وا نمود
مصرع تاریخ چنین شد رقم | طبع کلیم ید بیضا نمود

[4] سرو آزاد، دیباچہ صفحہ ۱۰ ناقص و ناتمام، ید بیضا ۱۱۴۸

پھر وطن آکر اس مین تصرف و اضافہ کیا، اور ۱۱۴۸ھ مین نظر ثانی کر کے شایع کیا، اس کے نسخے اب معدودے چند قدیم کتب خانون مین پائے جاتے ہین، مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کا اصلی مسودہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا دیکھا تھا، سمدن کا نسخہ بھی انھین کمیاب نسخون مین سے ہے جو نظر ثانی کے بعد جوہر شناس ہاتھون مین پہنچے، جب اواسط سال ۱۱۴۷ ہجری مین آزاد سندھ سے واپس وطن ہوئے تو انکے والد[1] نواب مبارز الملک سربلند خان کونی ناظم صوبہ الہ آباد کے توسل سے الہ آباد مین وارد تھے اہل بیت کی الہ آباد مین اقامت کی خبر آزاد کو شاہجہان آباد مین ملی کہ اکبر آباد سے براہ راست الہ آباد آئے، اور کئی مہینے تک یہان مقیم رہے، صاحبان علم و دانش سے بے تکلفانہ صحبتین رہین شعرائے الہ آباد اور اطراف کے احوال اسی موقع پر اضافہ کیے گئے،

زیر نظر نسخہ کی خصوصیت و فضیلت یہ ہے کہ اس کو سید نوح کی فرمائش و ہدایت سے انکے تینون سعادت مند فرزندون (غلام علی، غلام حسن[2]، غلام امام صادق) نے لکھ کر حجۃ الملۃ والامۃ سید برہان الدین انار اللہ برہانہٗ کی خدمت مین عقیدت و اخلاص کی نذر کے ساتھ سمدن بھیجا تھا، تینون بھائیون کا طرز نوشت علیحدہ ہے، ۵۰ ورق تک ایک خط ہے شفیعہ نستعلیق باریک قلم خوش رقم خوش سواد، سیاہی روشن اور پختہ، سطور حواشی اور نقط اور نام و عنوانات ۴۸ ورق تک شنگرف سے ہین، آگے چل کر جدا ول سے سرخی غائب ہو گئی ہے، لیکن نامون مین قائم رہی، ورق ۸۶ سے خط سادہ نستعلیق روان ہے، ۱۲۲ سے پھر قلم بدل گیا ہے، اور جلی ہے، املا کی شان بھی جدا ہے، کاتب اول نے بلگرامی کو ہمیشہ بالکرامی لکھا ہے، کاغذ عمدہ کشمیری دوم قسم کا اور تقطیع کا طول ۱۲، انگشت اور عرض ۸، انگشت ہے، صفحات کی تعداد پانچ سو سے زاید ہی

[1] سرو آزاد صفحہ ۲۱۳،

[2] سید غلام حسن نے محرم ۱۱۵۵ھ مین شہادت پائی، سرو آزاد صفحہ ۲۱۴،

ہو گی، لیکن اب اس مین صرف ۴۲۲ موجود ہین، پرانے دستور کے موافق یا عجلت مین ہر ورق کے صرف صفحہ اول پر ہندسہ ڈالا گیا ہے، اس لیے موجود شمار ۲۱۱ ورق تک پہونچکر رہ جاتا ہے، یعنی منشور صفا ہانی تک "میر دم بے اختیار" سے مفقود ہے،

لیکن تجلدید جدید مین یہ کمی اس طرح پوری کردی گئی ہے کہ حضرت شیخ محمد یحیٰی المعروف بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس اسرارہٗ کے بعض وظائف و اعمال و نقوش جو میر غلام علی نے الہ آباد مین اپنی بیاض مین نقل کر لیے تھے، اور بعض اور بزرگون کے اور اد و معمولات مین داخل تھے مع چند نسخ مجربہ و مستعملہ آزاد کے نقل کر کے شامل کر دئے گئے ہین اور یہ حسن انتخاب بہترین یادگار و قابل تحسین ہے اور بقول ایک یورپین مبصر مسٹر وارڈ انجہانی کے پرتین کیلو گرافی کا خوب ترین نمونہ ہے

تلک آثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الآثار

پیام امن

مرتبہ

مولوی عبد الماجد صاحب بی اے،

ابھی یہ نئی کتاب معارف پریس سے چھپکر نکلی ہے، پہلے اس مین فرنچ مصنف موسیو جر ڈپال کے خیالات در بارۂ امن عالم، واخوت انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے اور اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جس مین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے اردو مین بالکل نئے خیالات ہین، ۱۶۰ صفحہ، قیمت ۸ر،

"منیجر"

مترجمات

حقیقۃ و مجاز

نوشتہ: شیخ ابراہیم عبد القادر مازنی مصری،

مترجمہ: مولوی ابو الجلال صاحب ندوی،

مجاز کی پیدائش لاک اپنی کتاب عقل انسانی مین لکھتا ہے،

"اپنے تمام خیالات اور معلومات کی بنیادین معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم الفاظ کی ان اصلون کا پتہ چلائین جو صرف محسوس خیالات کو ادا کرتے ہین، اور غور کرین کہ جن الفاظ کے معانی دائرۂ احساس سے بعید ہین کس طرح حسی الفاظ پر منتہی ہوتے ہین، اور محسوسات کو ظاہر کرتے ہوے کس طرح ایسے معانی کو ادا کرنے لگے جنکا ادراک تمامتر صورتون مین ہوتا ہے تا آنکہ بہت سے الفاظ ایسے پیدا ہو گئے جن کے مفاہیم حس کے حیطۂ ادراک سے بہت دور ہین، خیال، ادراک، تصور، اضطراب، تسکین وغیرہ الفاظ کا ماخذ یقیناً کوئی ایسا ہی مفہوم ہے جو حس کے ماتحت حاصل ہو سکے، نفس (جان) کا اصلی مفہوم نَفَس (سانس) تھا اسی طرح اگر ہم کو تمام زبانون کے قدیم ترین معانی کا علم ہو جائے تو تمام غیر حسی معانی کے الفاظ کی حسی اصلین بتانا ہمارے لیے آسان ہو جاتا ہے، اور اس طریقہ پر ان خیالات و معلومات کی کسی قدر تحدید بھی ممکن ہے جو پیدائش السنہ کے قدیم ترین عہد مین ہمارے اسلاف کے گنجینۂ دماغ مین موجود تھے، اس عمل سے ہم کو اس تدریج کا بھی علم ہو سکتا ہے جس کے ماتحت فطرت نے ہمارے دماغون مین تمام علوم کے مبادی کا

الہام کیا، اور یہ بھی جان سکتے ہین کہ جب لوگون کو ان معلومات کو تعبیر کرنے کی ضرورت ہوئی جن کا کوئی خارجی مظہر نہ تھا، تو انھون نے کس طرح رموز محسوسات سے کام لیکر اپنے ذہنی معلومات کو دوسرے اشخاص کے ذہنون مین اُتارا، اور جب ان کے دماغون مین اس قسم کے الفاظ کا کافی ذخیرہ ہوگیا تو ہر قسم کے ہر مفہوم کو ادا کرنا ان کے لیے آسان ہوگیا؛ اس امکان کی وجہ یہ ہے کہ تمام معانی محسوسات، یا محسوسات پر غور کرنے سے پیدا ہوتے ہین اور ہر قسم کے ادراکات یا تو حسّی معلومات سے ماخوذ ہین یا ہماری نفسی کیفیات سے ۔،،

یہ تو تھا لاک کا خیال لیکن چونکہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اس لیے دیگر مصنفین نے اس پر بہت بحث و تحقیق سے کام لیا ہی، اور وہ تمام تر لاک کے ہمزبان نہین ہین، توک، (مسٹر ہارن ٹوک) نے اوس کی پرزور موافقت کی ہی، تو وکٹر کوزان نے اس سے سخت اختلاف کیا ہی، چنانچہ اس نے **اٹھارہوین صدی کی فلسفہ کی تاریخ** مین لکھا ہی :-

"مین دو لفظ پیش کرونگا، اور درخواست کرونگا، کہ کوئی صاحب ان کی حسّی اصلین بتائین، ایک لفظ "انا" (مین) ہی یہ لفظ اس قابل نہین کہ اوسکی کوئی، دوسری اصل تلاش کیجائے ،، اور نہ اس لفظ کی تحلیل کرکے کسی ابتدائی عنصر کا پتہ لگایا جاسکتا، یہ لفظ نہ تو کسی محسوس مفہوم کا مظہر ہے، نہ اس مین کسی محسوس کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ ہی؛ اس مین صرف وہی مفہوم مستتر ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہی؛ دوسرا لفظ (ہیکون) ہی مجھے کوئی زبان نہین معلوم جس مین (ہیکون) کے بجائے کوئی ایسا لفظ ہو جس مین کوئی دوسرا حسّی مفہوم بھی مستتر ہو، اس لیے مین نہین تسلیم کرسکتا کہ اصول کلمات صرف وہ لفظ ہوسکتے ہین جن کے معانی دائرۂ حس کے اندر داخل ہون ،،

کوزان کا یہ اعتراض اصل مسئلہ کی حقیقت پر کوئی اثر نہین ڈالتا پھر بھی مولر نے اسس کا پرزور رد لکھا ہے، خود کوزان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے :-

فرض کرو کہ یہ بالکل غیر مشکوک ہی، حالانکہ واقعیت اس کے خلاف ہی؛ تو اب اس سے عمدہ برآ ہونا کیا مشکل ہی؟ بے شبہ، انسان اپنے قوائے شعور سے ابتداءً عالم خارجی مین کام لیتا ہی؛ اس لیے پہلی چیزین جنکی طرف ہمارا دماغ متوجہ ہوا یہی ظاہری چیزین ہونگی اور سب سے پہلے انھین کے لیے رموز مقرر کرنے کی ہم کو ضرورت محسوس ہوئی ہوگی، اس بنا پر ہمارے ابتدائی رموز محسوسات سے ماخوذ ہین جنپر کچھ نہ کچھ اب تک ان کا رنگ بھی چڑھا ہوا ہے، پھر جب انسان نے اپنے دل مین دوبارہ غور کیا اور ان عقلی ظواہر کو معلوم کیا جن سے حس کا تعلق زائل تو نہ تھا مگر ان کا ادراک ذرا غامض صورت مین ہوتا تھا اور کچھ نئے ظواہر عقلیہ اور ادراکات نفسیہ کی تعبیر کرنا چاہا تو قدیم و جدید معلومات مین گونہ مشابہت پاکر انھین قدیم رموز کو بولنا شروع کیا، مشابہت ہی ایک طریقہ ہے جو تمام زبانون مین عام اور شایع ہی؛ یہی وجہ ہے کہ اکثر اسمار جو معنویات کے رموز ہین، مجاز ہین "

کوزان کا یہ خیال بالکل صحیح ہی حقیقتہً مجاز ہماری زبانون کا قوی ترین آلہ ہی؛ مجاز کا وجود نہ ہوتا تو زبانین نہایت محدود ہوتین، اور ابتدائی لبسیط خیالات کے سوا کسی اور مفہوم کا ادا کرنا دشوار ہوتا،

عام تعریف کے مطابق مجاز سے مراد یہ ہی کہ بعض اوصاف یا خصائص مین اشتراک دیکھکر ایک لفظ کو اسکے مقرر شدہ معنی کے بجائے کسی دوسرے معنی کے لیے استعمال کیا جائے مثلاً "روح" کا لفظ لو؛ اس کا اصلی مفہوم نفس یا (دم) ہے، ذوالرمہ کا شعر ہے،

فقلت له ادفعها الیك و احیها   بروحك واقتت له قیتة قدرا

مین نے کہا کہ اس کو اپنی رفیع بارگاہ مین بلاکر اپنی مسیحا نفسی سے جلادے اور کچھ روزینہ مقرر کردے

یا بولتے ہین :-

ارتاح فلان لامته بالرحمة   فلان شخص نے اپنی قوم کیلئے جذبات رحم و محبت کیساتھ جنبش کی،

اس موقع پر "ارتیاح" سے مراد یہ ہی کہ جس طرح پتون کے ٹوٹتے وقت درختون یا نباتات مین جنبش

پیدا ہوتی ہی اسی طرح احسان اور نیکی کے لیے کوئی تخص جنبش کرے، نابغہ ذبیانی کا شعر ہے،

واسمر مارن یرتاح فیہ — سنان مثل مقباس الظلام

گندم گون اور سخت، (نیزہ) جس مین، اندھیری کے شعلو کی طرح نیزہ کی سنان جنبش کرتی ہو،

اسی قسم کا ایک لفظ شمہ (کپڑا) ہے اسی سے خیر و نعمت کا شمول (گھیر لینا) اخلاق جمیلہ پر مشتمل (محتوی) ہونا وغیرہ الفاظ پیدا ہوئے، بولتے ہین،

اشتمل فلان علی فلان — فلان نے فلان کو چھپالیا،

یعنی خود آڑے آکر اسے بچالیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے منذر بن زبیر سے کہا تھا،

ان شئت اشتملت علیک ثم کانت نفسی دون نفسک — کہئے تو آپ کو ڈھانپ لون، پھر میری جان آپ کی جان پر نثار ہو جائے،

لاک نے تمثیلاً "ادراک" کا لفظ پیش کیا ہو اس لفظ کا اصلی مفہوم لحق (قریب پہنچنا، پالینا) ہو ادراک حاجت (حاجت روائی کرنا۔ حاجت کی چیز پہنچانا) تدارک (غلطی کے بعد فوراً اصلاح کرنا) فرس درک الطرید، "(تیز گھوڑا جو فوراً شکار تک پہنچ جائے)"۔ "درک" پیچھا کرنے والون کو بھی کہتے ہین، کسی کا مشہور مقولہ ہو،

مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ — کسی پیچھا کرنے والے نے اُسے نہ پایا تو اب اُسے چھوڑ ہی دینا چاہیے

محاورہ ہو "تدارکت الاخبار" پے در پے خبرین موصول ہوئین، اس قسم کی بہت سی مثالین ہین، جنکی تفصیل غیر ضروری ہو،

مجاز کی قسمین — مجاز کی دو قسمین ہین لفظی اور شعری، لفظی مجاز سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ کو بولکر اس کے اصلی اور مقررشدہ معانی کے مشابہ معنی مراد لیے جائین مثلاً اشراق کا لفظ (جو سورج نکلنے کے لیے مقرر تھا) اب سورج، آگ، چہرہ اور معانی (بہت سی چیزون کی چمک ظاہر کرنے، کی غرض سے بولا جاتا ہے،

شعری مجاز سے مراد یہ ہو کہ قائل مثلاً سورج کا کچھ بیان کرنا چاہتا ہو تو اس کے بہت سے ہاتھ فرض کرتا ہے، ان ہاتھون سے مراد اس کی شعاعین ہوتی ہین، یا مثلاً ابر کو پہاڑ قرار دے، اور برسنے کی حالت مین اسے عورت سے تشبیہ دے اور کہے کہ "ہوا نے ابر کو دوہ لیا"، یا مثلاً بجلی کو چمکتا ہوا تیر قرار دے، زمانہ کو حوادث کی مان قرار دے، قدمائے عرب کے اشعار مین اس قسم کی بہت سی مثالین ہین، جو بعض وقت ہم کو ناپسند ہوتی ہین، بلکہ انکا سمجھنا دشوار ہوتا ہو، مگر اس مین کوئی شبہ نہین کہ ہر زبان پر ایک ایسا زمانہ آچکا ہے جب کہ ہماری موجودہ زندگی کے تنگ ترین افق سے متجاوز معانی کو ادا کرنے والی عبارتین اسی قسم کے سادہ مجازات شعریہ تھین اور غالباً وہی مجازات ہمارے زمانہ مین ان تقلیدی عبارتون اور الفاظ کا کام دیتے ہین جن کے معانی تو ہم سمجھ لیتے ہین مگر انکی حقیقت سے آشنا نہین، متقدمین غالباً اس بات کو سمجھتے ہونگے کہ ان مجازات مین کچھ حقیقتین بھی مخفی ہین، وہ ہر شے کا تصور عالم فطرت کی ظاہری چیزون سے حاصل کرتے ہونگے، اور ہر چیز کا قیاس اپنی زندگی پر کرتے ہونگے،

ترادف کی پیدائش — ایک لفظ کا مختلف چیزون پر اطلاق اسی اصول کی بنا پر ہونے لگا، جس طرح، سورج، چہرہ، اور دیباچہ کلام، وغیرہ سب کے لیے اشراق کا لفظ مستعمل ہوتا ہو، ترادف کا وجود بھی اسی طرح پیدا ہوا، یعنی ایک معنی کے لیے مختلف الفاظ ہونے کی وجہ بھی یہی پیدائش مجاز ہے، عربی زبان مین مترادفات کی مثالین زیادہ نہین، مسئلہ کی وضاحت کے لیے اونٹنیون، تلوار، اور شراب کے نامون پر غور کرنا کافی ہو، یہ مرادفات حقیقت مین واحد نہین ہین، بلکہ وہ شے کے مختلف اوصاف ہین مثلاً شمول شراب کے مختلف نامون مین سے ایک ہے یعنی ٹھنڈی شراب کبھی اوسکی تیزی اور اثر کا لحاظ منظور ہوتا ہے تو اُس کا نام الحمیا ہے، بو اور طریقہ ساخت کے اعتبار سے خمر ہے، یہی حالت تمام مرادفات کی ہو وہ سب مختلف اوصاف تھے، جن سے مختلف زمانہ مین شے کو موصوف کیا گیا، پھر کثرت استعمال سے وہی اوصاف اسما ہو گئے، مجھے خیال آتا ہے کہ کسی ماہر لغت سے پوچھا گیا کہ تلوار کے کتنے نام ہین، اُس نے جواب دیا کہ صرف ایک یعنی (سیف) تو لوگون کو حیرت ہوئی

پھراس نے بیان کیا کہ نام توسیف ہی ہو بقیہ الفاظ اوصاف ہین،

لغت عرب سے بحث کرنے والون کی بدقسمتی ہے، کہ اس زبان کی قدیم تاریخ نامعلوم ہو، اور بہت سے دَور جو اس زبان پر گذرے ہین اُن کو کوئی نہین جانتا، یہ زبان ہم تک اس حالت مین پہنچی ہو جب اوسکی تمام خامیان دفع ہو کر ایک مکمل زبان ہو گئی،

زبان عرب کے مکمل ہونے کا اقرار اس کمی سے انکار کا مرادف نہین ہو جس کو وہ جدید الفاظ ظاہر کرتے ہین جن سے حال کے جدید مخترعات کو مراد لیا جاتا ہو، یہ نقص بہت زیادہ اہم نہین ہو، اس نقص کا اثر لغت اور ترکیب لغت کے بنیادی ارکان پر نہین پڑتا، جو شخص چاہے نہایت آسان اور سہل طریقہ سے الفاظ جدید کی لغوی تحقیقات کر سکتا ہے،

اگر ہم ان قدیم دورون کی تاریخ جانتے، جو دوسری زبانون کی طرح ہماری زبان (عربی) پر بھی گذرے ہین، یا ہم مین ایسے اشخاص ہوتے جو عبری وغیرہ ان زبانون کے درس وتدریس کا مشغلہ رکھتے، جو ایک ہی اصل کی زبانین ہین، تو علمائے مغرب جن نتائج تک پہنچے ہین اُن کو ہم بھی بآسانی معلوم کر لے سکتے مگر عبری سے لاعلمی اور عربی کی قدیم تاریخ نہ جاننے کے باعث پیدائش مجاز کی قدیم ترین حالت کا علم دشوار ہے اور بیشبہہ اوسکی سخت ضرورت ہے کہ ترادف پیدا ہونے کے عہد سے قبل جو حالتین اس زبان پر طاری ہوئی ہین، ہم کو اونکی تاریخ کا بھی کافی علم ہو،

سیر الصحابیات

از

جناب مولوی سعید انصاری

جس مین نہایت مستند حوالون سے ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور عام صحابیات کے سوانح اور انکے اخلاقی مذہبی اور علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۲۲۵ قیمت ؏ "منیجر"

تلخیص و تبصرہ

امام ادریسی

یمن اور حجاز کے بیچ مین ایک علاقہ ہو جس کو اب عسیر کہتے ہین یہ بحر عرب کے ساحل پر واقع ہو، اس علاقہ پر شاید تیس چالیس برس سے امام ادریسی کا قبضہ ہو، یہ ادریسی خاندان شمالی افریقہ سے آیا ہے، اس خاندان کی حکومت مدتون اس علاقہ مین رہی ہو، اب یہ ایک مذہبی خاندان ہو، سلسلہ نسب سادات بنی فاطمہ سے ملتا ہو، انکا طریقہ، دعوت اور سلسلہ بیعت اور نظام کار افریقہ کے سنوسیون سے بہت ملتا جلتا ہو، پہلے امام ادریسی نے گذشتہ شعبان سنہ ۱۳۴۱ھ مین وفات پائی، اسی مناسبت سے مصر کے مشہور رسالہ المنار نے امام مرحوم کے مختصر حالات شائع کیے ہین،

امام ادریسی جنکا نام سید محمد علی ادریسی تھا، دنیا کے مستثنیٰ قابلیت کے اشخاص مین تھے، کیا یہ کم قابل حیرت کارنامہ ہے، کہ انھون نے ایک ایسے مقام پر اپنی حکومت قائم کی جس پر ایک طرف، اسلام کی قدیم ترین اسلامی حکومت یعنی یمن کے ائمہ زیدیہ کی حکومت قابض تھی، اور دوسری طرف وہ اسلام کی قوی ترین فوجی سلطنت یعنی دولت عثمانیہ کے زیر سیادت تھا، ان دونون نے ملکر اور شریف حجاز کو بھی ساتھ لیکر ان پر حملے کیے، مگر کامیابی نے اونھین کا ساتھ دیا، اور اسی واقعہ سے امام ادریسی کا اقتدار اور زیادہ مستحکم ہو گیا،

سید محمد علی ادریسی کی تعلیم مصر کے جامع ازہر مین ہوئی تھی، مگر چونکہ وہ فطرۃً ذہین، اور تیز تھے، اس لیے انھون نے بہت جلد جامع ازہر کی اس تعلیم کو چند سال مین ختم کر دیا جس کے پڑھنے پڑھانے مین پندرہ بیس برس گذار دیتے ہین اور اسی طرح اپنی فطری سلامت روی کے باعث بہت صحیح العقیدہ اور بدعات

وخرافات سے کنارہ کش تھے،

فراغت علمی کے بعد امام ادریسی، مصر سے عسیر گئے، مگر اس کا مقصد محض ارشاد اور تعلیم تھا، کوئی سیاسی مقصد اُن کے پیش نظر نہ تھا، لیکن اُن کے زہد وتقویٰ اور علم وفضل کو دیکھکر وہان کے لوگون نے انکی طرف رجوع کیا، اور اپنے مقدمات اور نزاعات اُن کے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کرنا شروع کیا، اور وہ شافعی مذہب کے مطابق کہ وہان کے باشندے عموماً شافعی ہین، اُن کا فیصلہ کر دیتے تھے، یہ دیکھکر دولت عثمانیہ کو انکی طرف سے بدگمانیان شروع ہوئین، اور مراسلات وپیغامات آنے جانے لگے، لیکن دولت عثمانیہ سے غلطی یہ ہوئی کہ بجائے اس کے کہ وہان کوئی پرانے عقیدہ کا ٹھیٹھ مسلمان معاملات کی تحقیق کو بھیجتی، ایک نئے یورپین تمدن کے شیدائی کو وہان بھیجا، نتیجہ یہ ہوا کہ درمیان کی بدگمانی اور ترقی کر گئی اور نتیجہ جنگ وجدال تک پہنچا، جس مین کامیابی امام ہی کو ہوتی رہی،

اعلان دستور کے بعد انجمن اتحاد وترقی نے امام ادریسی کے ایک رفیق تعلیم شیخ توفیق خوجہ کو تحقیق حال کے لیے اُن کے پاس بھیجا، انھون نے واپس آکر امام کے اخلاص اور حسن نیت کی تعریف کی مگر انجمن اتحاد کا اس سے اطمینان نہ ہوا، اٹلی کا افریقی علاقہ، اریٹریا جس کا صدر مقام مصوع ہے، چونکہ عسیر کے مقابل ہی ہے، اسی لیے اٹلی کی بڑی کوشش ہے کہ وہ امام عسیر سے اپنے دوستانہ (مستعمرانہ) تعلقات کو بڑھائے، عام مسلمانون کا امام ادریسی پر بڑا اعتراض یہ تھا کہ جنگ طرابلس کے زمانہ مین جب اٹلی اور ترکی مین لڑائی چھڑی تھی، تو اٹلی نے عرب سواحل پر بھی گولہ باری کی تھی، اور اسی سلسلہ مین امام ادریسی نے اس کے بہت سے اسلحہ لیے تھے، جن کے دینے سے اٹلی کا مقصود، ترکون کے خلاف ایک نئے فتنہ کا قیام تھا، امام ادریسی کا ان دشمن اسلام کے اس ہدیہ کا قبول کرنا، ایسی حالت مین قبول کرنا سخت الزام کا موجب تھا مگر المنار نے اس شبہہ کو یون رفع کیا ہے کہ دشمن سے اسلحہ کا قبول کرنا تو اور زیادہ خدمت اسلامی ہے اور اس ہدیہ کو امام نے قبول کیا مگر اوس کو مسلمانون کے خلاف، یا اٹلی کی اعانت مین تو استعمال نہین کیا،

امام ادریسی کی کوشش تھی کہ آس پاس کے ان تمام مقامات کو جن مین شوافع کی سکونت ہے وہ اپنے

دائرۂ حکومت مین لے آئین، سید محمد علی کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادہ سید علی ان کے جانشین ہوئے ہین، ۲۲ برس کی عمر ہے اور اب تک وہ علم کی تکمیل مین مصروف ہین،

پولینڈ کے مستشرقین

مجمع علمی عربی نے یورپ کے مختلف ملکون کے مشہور مستشرق مصنفین سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اپنے ملک مین مشرقی علوم وتصنیفات کی اشاعت اور تحصیل کی تاریخ لکھکر مجمع کو ممنون کرین، اس سلسلہ مین پولینڈ کے پروفیسر کووسلکی (کراکو یونیورسٹی) نے حسب ذیل سطرین اپنے ملک کے مستشرقین کے متعلق لکھکر بھیجی ہین،

"گذشتہ زمانہ مین (یعنی، روس وجرمنی کے قبضہ سے پہلے جب پولینڈ خود مختار تھا) ہمارے ملک اور مشرقی اسلامی ممالک مین نہایت قریبی تعلقات تھے، اس وقت مشرقی علوم والسنہ اور تاریخ کے متعلق بکثرت تصنیفات پیدا ہوئین، اس وقت دولت عثمانیہ سے سب سے زیادہ دوستانہ روابط تھے، ان کتابون کا ایک حصہ پولش (پولینڈ کی زبان) اور دوسرا حصہ لاطینی مین لکھا گیا تھا، پہلی قسم کی کتابون مین سے شیخ مصلح الدین سعدی کی گلستان ہے جسکا ترجمہ علامہ اوٹنفیوفسکی Otwinowski نے سترہوین صدی مین ہماری زبان مین کیا، یہ یورپین زبانون مین گلستان کا پہلا ترجمہ تھا،

اس کے بعد جب ہمارا ملک سلطنتون مین بٹ گیا، اور ہماری متحدہ سلطنت جاتی رہی تو مشرق سے ہمارے یہ تعلقات جاتے رہے، اور ہمارے مستشرقین کو مجبوراً دوسری قومون کی زبانون کو استعمال کرنا پڑا، انھین غریب الدیار پولش مستشرقین مین پروفیسر قازمبرسکی Kazimirski ہین، جنھون نے عربی فرانسیسی لغت لکھا، جو ۱۸۶۰ء مین مصر مین چار جلدون مین چھپا، اور انھین نے قرآن شریف کا فرانسیسی مین اور گلستان کا پولش مین ترجمہ کیا، ان کے علاوہ پروفیسر موصوف کی ادبیات عرب کے متعلق اور بھی تالیفات ہین،

علامہ ہوڈزکوہ Chodźko بھی پولینڈ کے باشندہ تھے جن کو فارسی زبان

اور فارسی لٹریچر پر کامل عبور تھا، لیکن انکی تمام تالیفات فرانس مین شایع ہوئین، ہمارے ملک کا ایک اور مستشرق پروفیسر قووالسکی Kowalewski ہین جنھون نے منغولی زبانون کا لغت لکھا ہے، ان لوگون کے علاوہ اور بھی مستشرق ہمارے ہان گذرے ہین، مگر انکی تمامتر کوششین فرانسیسی، جرمن، یا روسی ہوکر شایع ہوئی ہین،

اب چار برس سے جب سے ہمارا ملک دوبارہ آزاد ہوا ہے، ہم مشرق اور ممالکِ اسلامیہ سے اپنے گذشتہ تعلقات پھر زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہین، چنانچہ شہر قراقو مین ہمارا جو مجمع علمی (ایکاڈمی) ہے اس کے تحت ایک مشرقی صیغہ بھی قایم ہوا ہے، اور اسی کی کوششون کا نتیجہ یہ رسائل ہین جو آپکے پاس بھیجے جاتے ہین، ہمارے لیے بڑا مانع یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی عربی مطبع نہین ہے لیکن اُمید ہے کہ یہ مانع عنقریب دفع ہو جائیگا،،

شاید یہ کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ پولینڈ مین مسلمانون کی بھی ایک خاصی تعداد آباد ہے، اڈیٹر معارف کو فرانس مین ایک پولش سلمان سے ملاقات نصیب ہوئی تھی، جو پولینڈ کی طرف سے سفیر ہوکر قسطنطنیہ جا رہا تھا، پچھلی تاریخ مین پولینڈ اور ٹرکی کے تعلقات اس درجہ مستحکم تھے، کہ ایک دفعہ اسی پولینڈ کی خاطر ٹرکی کو ایک جنگِ عظیم مین مبتلا ہونا پڑا تھا، اور اس کے بعد ہی یہ بدنصیب ملک ٹکڑے ہوکر ہمسایہ سلطنتون مین بٹ گیا، اسی لیے اپنی آزادی کے بعد ہی اس نے ٹرکی سے اپنے سلسلۂ اتحاد کو دوبارہ قائم کیا، اور اُمید ہے کہ اس سے مشرقیت کو اس ملک مین ترقی حاصل ہوگی، اور وہان کے رہنے والے مسلمانون کو بھی فائدہ پہنچے گا،

بوسٹن کا عجائب خانہ

بوسٹن (انگلستان) کا عجائب خانہ اس لحاظ سے خاص شہرت رکھتا ہے کہ فنون لطیفہ کی قدیم یادگارین بکثرت اسکے قبضہ مین ہین، اور خصوصًا مشرقی فنون لطیفہ کا بڑا سرمایہ یہان موجود ہے، جاپانی یادگارین یہان اس افراط اور کثرت کے ساتھ ہین کہ ایک جاپان کے سوا دنیا کے کسی ملک کا عجائب خانہ جاپانی فنونِ لطیفہ

مین بوسٹن کے عجائب خانہ کا مقابلہ نہین کر سکتا، گذشتہ چند سالون مین ہندوستان کی پرانی یادگارین بھی جو ہشیار اس کو ہاتھ آئی ہین، اور وہ ان کو قدر کے ساتھ خرید کر اپنی دولت مین اضافہ کر رہا ہے، ابھی حال مین اجنٹا کے غار کا ایک حصّہ جو گذشتہ صدی مین ایک انگلو انڈین افسر انگلستان لایا تھا، وہ معرض بیع مین تھا لیکن اوسکی قیمت اتنی زیادہ مانگی جاتی تھی کہ بوسٹن کے سوا اور کوئی اس کے خریدنے کی جرأت نہ کر سکا،

اس عجائب خانہ کے ہندوستانی آثار اور یادگارون کو ترقی دینے کے لیے کوششین جاری ہین، بالفعل اس مین بڑا حصّہ ڈاکٹر ڈنمن راس، ڈاکٹر کمار سوامی اور موسیو گلوبو Gloubew کا ہے، ڈاکٹر کمار سوامی ہندوستان کے مشہور آرٹسٹ اور فنون لطیفہ کے ماہر ہین، عجائب خانۂ مذکور کے ہندوستانی صیغہ کی نگرانی انہین کے ذمہ ہے، ابھی حال مین ان ہندوستانی آثار اور یادگارون کی تشریح و فہرست ڈاکٹر صاحب نے ایک خوبصورت کتاب کی صورت مین شایع کی ہے، ٹائمز لندن کے علمی ضمیمہ (مورخہ یکم نومبر ۱۹۲۳ء) مین اس کتاب پر ایک مختصر ریویو شائع ہوا ہے، ڈاکٹر کمار نے اپنی اس تصنیف کے دیباچہ مین یہ دکھایا ہے کہ ہندوستانی مذہب اور فنون لطیفہ مین کسقدر عظیم تعلقات تھے، ہندوستان کی ہر قدیم اثری یا تصویری یادگار کسی نہ کسی مذہبی خیال کی تشریح ہے، عجائب خانہ کا تشریح نامہ جو ابھی چھپکر شایع ہوا ہے، اس مین ان یادگارون کی بہت سی تصویرین بھی دی گئی ہین، خصوصًا اجنٹا کے غار کی تصویر نہایت عمدہ ہے، عجائب خانہ کے ہندوستانی صیغہ کے مملوکات مین سب سے نادر چیز سیوا اور پاربتی کے مجسمے ہین، جو صوبۂ متوسطہ (سنٹرل انڈیا) سے حاصل کیے گیے ہین، اور جو تقریبًا آٹھوین صدی عیسوی کی صنعتکاری ہے، سیلون سے آیا ہوا ایک برنجی مجسمہ جس مین زیورات بھی دکھائے گئے ہین، اور جو آٹھوین صدی عیسوی کی ساخت ہے، غالبًا خوبصورتی مین سب سے زیادہ ہے، جاوا کی بھی کچھ یادگارین یہان موجود ہین، قدیم تصاویر کی حیثیت سے بوسٹن کا عجائب خانہ، ہندوستان کی صنعتکاری کا بہترین مجموعہ ہے، مغل اسکول کی تصویرین یعنی وہ طریقۂ تصویر جو ہندوستان کے تیموری بادشاہون کے زمانہ مین رائج تھا، اور جو یورپ مین ہندوستان کی تصویری صنعت کی حیثیت سے تنہا شہرت رکھتا ہے، اوسکا بڑا سرمایہ اس

عجائب خانہ مین ہے، گو اوسکی فراوانی اور ثروت اس باب مین اوتنی نہین جتنی برطانیہ کے دوسرے عجائب خانون کو حاصل ہے، تاہم راجپوت اور دوسرے خالص ہندوستانی اسکول کی تصویرین یہان اس قدر ہین کہ نہ صرف انگلستان، بلکہ یورپ کے کسی عجائب خانہ مین نہین، اور ان مین سے بعض نہایت پرانی اور قدیم عہد کی صنعت ہین،

یورپین قوانین
پر
فقہ اسلامی کا اثر

فقہ اسلامی کی تدوین، ترتیب، تکمیل، اور اس کے مباحث اور مسائل کی ثروت، استقصار اور خوبی کو دیکھکر علمائے یورپ جو کبھی مشرق کے حصہ مین کسی پر فخر کارنامہ کو دیکھنا پسند نہین کرتے، یہ غلغلہ بلند کر دیا تھا، کہ فقہ اسلامی، رومن لا سے ماخوذ ہے، یہان تک کہ حضرۃ استاذ مرحوم کو سیرۃ النعمان مین اس کا پورا جواب دینا پڑا، مگر یہ کیا معلوم تھا کہ معاملہ برعکس ہے یعنی خود یورپ کا اساسی قانون جس پر اس کو بڑا ناز ہے، وہ فقہ اسلامی سے ماخوذ ہے،

دمشق کے معہد حقوقی (لا کالج) مین وہان کے استاذ قانون شیخ سعید مراد الغزی نے تشرین اوّل ۱۹۲۱ء مین "تمدنی قانون" پر اپنا ایک مفید خطبہ پڑھا تھا جس مین مختصر طریق پر علم قانون کے ابتدائی مدارج اور اس کے قدیم ماخذون کو ایک ایک کر کے دکھایا تھا، شیخ موصوف نے اسی سلسلہ مین یہ ثابت کیا ہے کہ قرون وسطی مین یورپ نے اندلس کے مسلمانون سے جہان فلسفہ و حکمت، اور ریاضیات و طب کے علوم و فنون سیکھے وہان فقہ اسلامی کی تعلیم بھی حاصل کی اور چونکہ یہ مذہبی علوم سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے اس کو حاصل کرنے والون اور رائج کرنے والون نے مخفی رکھا، تاکہ عوام مین اس کے خلاف برہمی نہ پیدا ہو،

اس سلسلہ مین مقرر نے مفضل بن رضی اسفرنگانی (ترکستان) کے مجموعہ رسائل کا حوالہ پیش کیا، اسفرنگانی کا بیان ہے کہ:-

"ابو العباس کرکری، شیخ بو علی سینا کے شاگرد بہمنیار کے شاگرد نے اپنے اس رسالہ مین جو مرو کے مفتی احمد بن عبد اللہ سرخسی کے نام لکھا ہے اور جس مین فقہ کے مکمل ہونے کی تشریح ہے، یہ بیان کیا ہے، کہ ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن خیرو نے نہایہ شرح ہدایہ کی تعلیقات مین لکھا ہے کہ فرنگستان کے جو طالب العلم حصول علم کے لیے غرناطہ کا سفر کرتے تھے، فقہ اسلامی کو اپنی زبان مین منتقل کرنے پر خاص کوشش صرف کرتے تھے، شاید اس لیے کہ وہ اوسکو اپنے ملک مین جا کر اوس کو عمل مین لاتے تھے، کیونکہ ان کے ملک مین قوانین بہت خراب ہین،"

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا،

اسی کے ساتھ جرمن مورخ موسہیم کی تاریخ کلیسا جس کا عربی ترجمہ ہنری جیکب امریکانی نے بیروت مین شائع کیا ہے، اس کے حسب ذیل فقرے پڑھو، جن مین مورخ موصوف نے دسوین صدی عیسوی کا حال لکھا ہے،

"ہربرٹ فرانسیسی، جو رومن پادریون مین پوپ سلوسٹر دوم کے نام سے مشہور ہے، وہ اپنی تعلیم مین اور خصوصًا فلسفہ، طب، اور دیگر تعلیمات مین اسپین کے عرب مصنفین کی تصنیفات اور مدرسون کا ممنون تھا، وہ طلب علم کیلئے اسپین گیا، اور وہان قرطبہ اور اشبیلیہ مین رہکر عرب علماء کی شاگردی کی، غالبًا اسی کو دیکھکر یورپ کے مشتاقان علم خصوصًا، طب، حساب، ہندسہ اور فلسفہ کے شائقین کو وہان جانے کا شوق پیدا ہوا، اور یہ خواہش ہوئی کہ ان علمائے عرب سے سنین اور پڑھین جو اسپین مین اور اُنکے اطراف مین رہتے تھے اور اُنکی تصنیفات کا لاطینی مین ترجمہ کرین، اس بنا پر بکثرت طالب علم یورپ سے اسپین گئے اور ہم پر فرض ہے کہ ہم اوسکا اعتراف کرین کہ عرب اور خصوصًا اسپین ہی کے عرب مین جو سوین صدی عیسوی سے یورپ مین علوم و فنون کے سرچشمہ تھے"

گو اس تفصیل مین فقہ و قانون کے نام کی تصریح نہین، مگر وہ اس سبب سے نہین کہ اوس کی تصریح اختلافات کی بنیاد پڑ جاتی، اسی صدی سے یورپین قوانین ہین جن کو آج "جدید رومن تمدنی قوانین" کا لقب دیا گیا ہے،

اخبار علمیہ

امریکہ مین ایک ہزار ڈالر کا ایک ادبی انعام ہے جو ہر سال کے بہترین ناول نویس کو ملتا ہے، اس سال یہ قرعہ ایک خاتون ویلاسیبرٹ کیتھر کے نام نکلا ہے، اور اسی قسم کا انعام متعلق نظم بھی ایک جنس لطیف ہی کے ہاتھ آیا، یعنی اڈونا میلے،

شہنشاہ لوئس پانزدہم کی ۱۲ آرام کرسیان، جو عرصہ سے لارڈ لیکن فیلڈ کی ملکیت تھین، حال ہی مین نیلام ہوئی ہین، ان کی قیمت ۹۴۵۰ پونڈ یعنی ۱،۴۱،۷۵۰ روپیے لگی،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ متوفی ارل آف کریزفٹ کی ۹۱ کتابین صرف ۵ منٹ مین ۳۵۵۰۰ پونڈ مین بک گئین، اس مین صرف ایک کتاب ۶۰۰ پونڈ کی ہے،

مسٹر بالڈون موجودہ وزیراعظم برطانیہ اگرچہ مسٹر بونرلا سے چھوٹے ہین، تاہم اپنے پیشروؤن سے قبولیت وزارت کے وقت کچھ بڑے تھے، مسٹر لائڈ جارج ۵۵ سال کے مسٹر اسکوتیھ ۵۳، لارڈ بالفور ۵۴، لارڈ روزبری ۴۷ اور لارڈ ڈربی ۵۲ سال کے تھے، اسی کے مقابلہ مین جس وقت گلڈسٹون نے وزارت قبول کی تو وہ ۵۹ سال ۳ دسمبر ۱۸۶۸ مین اور پامرسٹن ۷۰ سال کے تھے،

کلکتہ کے شاہی محافظ خانہ مین قبل غدر کا غذات کے متعلق گورنمنٹ غور کر رہی تھی کہ ان کو کیا کیا جائے؟

ان کاغذات مین سے بعض کا ارکان محکمہ نے مطالعہ کیا مزید روشنی کے لیے آنریبل مسٹر کاٹن کی زیر صدارت ایک کمیشن بنام انڈین ہسٹاریکل ریکارڈ کمیشن مقرر کیا گیا اور مسٹر ڈشبروک ولیم اور پروفیسر جدوناتھ سرکار اس کے اراکین مقرر ہوئے، کمیشن کی رائے ہے کہ ان کاغذات کو تین شعبون مین منقسم کیا جائے، (الف) کاغذات متعلق سیاسی، معاشرتی، اقتصادی واقعات، (ب) کاغذات متعلق افراد واشیاء قدیمہ اور (ج) باقی تمام کاغذات کمیشن نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ تاوقتیکہ اس تقسیم کے نتائج ظاہر نہ ہوجائین کوئی کاغذ ضایع نہ کیا جائے حکومت نے ان سفارشون کو قبول کر لیا ہے اور امید ہے کہ عہد کمپنی کے بہت سے تاریک واقعات روشنی مین آئینگے،

کلکتہ یونیورسٹی نے برسون قبل اپنے وائس چانسلر کے عہدہ کو اعزازی قرار دے کر جو زرین مثال قائم کی تھی، اب دوسری یونیورسٹیان بھی اوس کا تتبع کر رہی ہین، چنانچہ چند ماہ ہوئے کہ ایک ہندو بزرگ الہ آباد یونیورسٹی کے اعزازی وائس چانسلر مقرر ہوچکے ہین اب پٹنہ اور ناگپور کی یونیورسٹی نے بھی اس طرف قدم بڑھایا ہے، اول الذکر نے مسٹر سلطان احمد سابق ایڈوکیٹ جنرل کو اور موخرالذکر نے رائے بہادر بپن کرشن بوس سی، آئی ای، ایم، اے، بی، ایل، ایم، ایل سی، کا اس عہدہ کیلئے انتخاب کیا ہے،

ٹرن مین گذشتہ جون مین معمر خواتین کے جسمانی حسن وصحت کا مقابلہ ہوا تھا، اس مین ۱۳۰ عورتون نے شرکت کی ان مین سے ۳۰ بیوہ تھین، ایک ستر سالہ خاتون کے بال بالکل سیاہ تھے، انعام ایک ۷۰ سال کی خاتون کو ملا، جو تمام جسمانی خصوصیتون مین سب سے فائق تھی،

پندرہوین صدی کی برگوڈی الیسٹی کی مشہور انجیل، پیرس مین ۴۶۰۰ پونڈ مین بکی ہے، خریدار نے اس قیمتی مصحف کو اطالیہ کی پبلک کے لیے پیش کیا ہے،

مشہور ترک دوست فرنچ ایم پیری لوٹی کی ۷۳ سال کی عمر مین موت کا تمام دنیا کو علم ہو چکا ہے، لیکن اس سے بہت کم لوگ واقف ہونگے کہ اوس کے مکان مین جاپانی چینی اور ترکی وضع کے کمرون کے علاوہ ایک مسجد بھی تھی،

برطانوی حکومت کا دنیا کا سب سے بڑا طاقتور ہوائی جہاز طیار ہو گیا ہے، اس مین ایک ہزار گھوڑون کی طاقت کا انجن ہے اور عنقریب بطور نمائش پبلک کے سامنے پیش ہونے والا ہے،

اب تک طبی اور عام حلقون کا خیال تھا کہ سل و دق کے جراثیم کی ہلاکت ناممکن ہے، مگر اب اکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر و ماہر جراثیم ڈاکٹر ڈریر نے یہ نوید جانفزا سنایا ہے کہ ان منحوس جراثیم کو ہلاک کرکے انسانی زندگی بچائی جاسکتی ہے، ان کا بیان ہے کہ یہ جراثیم ایک قسم کی چربی مین لپٹے ہوتے ہین اور وہ چربی ان کو بیرونی حملون سے محفوظ رکھتی ہے، اونھون نے ایک ایسی دوا بھی نکالی ہے، جو پہلے اس چربی کو گھلا دیتی ہے اور اس کے بعد جراثیم کو ہلاک کیا جاتا ہے،

جنوبی کنسنگٹن کے علمی عجائب خانہ مین وہ خط موجود ہے، جو دنیا مین سب سے پہلے ٹائپ کیا گیا تھا، یہ خط ایک امریکن نے سنہ [illegible]ء مین نیویارک مین ٹائپ کیا تھا، اس مین ۱۵۰ الفاظ ہین اور اس کے ٹائپ کرنے مین تقریباً ۴ گھنٹے صرف ہوئے ہونگے،

لندن مین انسانی آبادی کی کثرت کے ساتھ کتون کی تعداد بھی بہت کافی ہے، چنانچہ سنہ ۱۹۲۲ء مین صرف ان کتون کی تعداد جن کے لیے لائسنس دئے گئے تھے ۴۴۲۷۷۱ تھی،

لندن کی سوسائٹی آف آرٹس نے میجر جنرل سر ڈیوڈ بروس اور کرنل سر رونلڈ راس کو ان کی تحقیقات متعلق حیاتیات کے صلہ مین البرٹ مڈل عطا کیا ہے،

جزیرۂ سنیٹ ہلینا جہان نپولین کے زندان بلا ہونے کی حیثیت سے مشہور ہے، اس جزیرہ مین حال مین ایک زلزلہ آیا تھا، اس سے پہلے سنہ ۱۸۶۲ء مین زلزلہ آیا تھا،

گذشتہ جون مین مکتی فوج نے اپنی ۶۰ وین سالگرہ لندن مین منائی، اس مین اس فوج کے ۴۰۰۰ آدمیون نے حصہ لیا تھا،

سنہ ۱۹۲۲ء مین ۱۳۱۶۱۵۹ اشخاص برطانوی جزائر مین داخل ہوئے اور یہ تعداد جزائر کے چھوڑنے والون سے ۳۹۸۰ زائد ہے،

اس سال کی مجلس عمال کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ۱۳۳۱۰۲۳۷ ارکین مین گذشتہ سال کی تعداد ۱۰۳۶۱۰۱۴ تھی،

انگلستان و ویلز کا مقامی محصول تقریباً دگنا ہو گیا تھا، چنانچہ اس سال کے ٹیکس کی رقم ۵۹..... پونڈ ہے، یہ اضافہ صرف سنہ ۱۹۱۴ء اور سنہ ۲۲ء کے عرصہ مین ہوا ہے،

علاقہ کنسنگٹن مین عورتونکی تعداد مردون سے ۴۰۰۰۰ زائد ہے،

ادبیات

افکارِ شاد

سید محمد علی خان، شاد عظیم آبادی،

شب کو مری چشمِ حسرت کا سب دردِ دل ان سے کہہ جانا — دانتون مین دبا کر ہونٹ اپنا، کچھ سوچ کے اُن کا رہ جانا

اے یاس نہ مانو نگا تیری، بس دل کو زیادہ اب نہ دکھا — سمجھا چکی اُنکی پہلی نگہ دکھ درد جو ہو وہ سہہ جانا

مانا کہ فقط موہوم سہی ملنے کی ہمین اک آس تو ہے — دیدار تو ہو لے دیدۂ تر، بہنا ہو اگر تب بہہ جانا

رندون نے لنڈھا کر ساغرِ مے میخانہ سے تجھکو ڈھونڈ لا — اے موجِ وفائے میخواران تا حشر ہوا مین رہ جانا

نالے ہون کہ آہین ای شبِ غم جب آگئین لب پر صبر کجا — سہنے کو تو سب کچھ دل نے سہا سہنے کی طرح کب سہہ جانا

شب کو وہ ہتھیلی سے اُن کا شرما کے چھپانا آنکھون کو — برچھی کا ادا کی چل جانا اُس تیرِ نظر کا رہ جانا

ہم باغ مین ناحق آئے تھے بلبل کی حکایت کیا کہیے — منقار کو رکھ کر کلیون پر کچھ اپنی زبان مین کہہ جانا

سُن لین دلِ نادان کی باتین، بے کار بگاڑین کام اپنا

وہ ظلم کرین ہم پر کہ ستم اے شاد ہمین تو سہہ جانا

خیالاتِ عزیز

خواجہ عزیز لکھنوی

کیا کہون اسرار خاموشی کسی دمساز سے — لوگ اُسے پہچان لیتے ہین مری آواز سے

کر چکین جب قتل آنکھین اب نہ زندہ کر دیا — دب گیا آخر کو جادو قوتِ اعجاز سے

دل شکستہ ہو کے جا بیٹھا قریبِ آستان — جب صدائے دورباش آئی حریمِ ناز سے

سازِ برق آہنگ لبریزِ نوائے درد ہون — یعنی ای ٹوٹے ہوئے دل تیری اس آواز سے

نفس آگاہ ریاکاری ہوا اور حسرتا — سابقہ جب سے پڑا احبابِ دنیا ساز سے

عمرِ رفتہ کو ذرا آواز دے اے زندگی — سننے بیٹھے ہین وہ میری داستان آغاز سے

چشمِ بینا چاہیے نامحرمون کے واسطے — چھن رہی ہے اک تجلی پردہائے راز سے

عرش ہے اک فرش پا انداز اللہ ری عروج — پوچھیے لطفِ کشش حسنِ سبک پرواز سے

بے نیازی کی بھی حد ہے کوئی اے جانِ عزیز

یہ ادائے بے رخی اک بندۂ جانباز سے

رباعیاتِ راغب

از

مولٰنا راغب بدایونی

قوت اور حق

میخانہ نہین، کہ بھیک مین جام آئے — اللہ نہین، کہ عاجزی کام آئے

دنیا ہے، کہ ہو بھی حق تو دینا مشکل — ثابت نہ کرو تو اور الزام آئے

بے زور کسی سے کچھ اگر ملتا ہے — طاقت ہی سے لطفِ زیست بھی ملتا ہے

ملتا نہین بھیک سے، خوشامد سے کچھ — چھینا جاتا ہے حق جبھی ملتا ہے

باب التقریظ والانتقاد

اُردو کے جدید رسائل

قاعدہ ہے کہ جب ملک میں کوئی نیا اخبار یا رسالہ نکلتا ہے، تو وہ اپنے معاصروں سے اپنے وجود کے اعلان اور تبصرہ کی درخواست کرتا ہے، دیگر معاصرین کی طرح معارف میں بھی بکثرت نئے اخبارات و رسائل اس غرض کے لئے آتے ہیں، لیکن ان موقت مطبوعات پر ہم بہت کم لکھتے ہیں، اس کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہندوستان کی آب وہوا میں اُن کی عمریں اس قدر کم دیر پا ہوتی ہیں، کہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عین اس وقت جب ہم اون کی ولادت کی خبر دے رہے ہوں، وہ خود اپنی موت کا اعلان نہ کردیں، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اُردو صحائف کی زندگی خطرات سے پر ہے اور جو رسالہ چند سالوں تک بھی مستقل و باقاعدہ وقت پر شایع ہوتا رہے وہ قابل رشک اور سزاوار تحسین ہے گذشتہ دو تین سالوں سے مختلف اخبارات و رسائل سورج کیطرح بڑے تزک و احتشام سے ایک صبح کو نکلے اور اسی کی شام کو غروب ہوگئے تاہم حصول شہرت اور اسباب طباعت کی تدریجی ارزانی نے لوگوں کے حوصلے بڑھادیئے ہیں، اور ہر شخص اپنے محدود ذرایع کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھرہا ہے، یہ رسالے گو عموماً تمام ضروری مباحث پر بہترین مضامین پیش کرنے کے مدعی اور ان میں سے ہر ایک کا ایڈیٹر ایک کا مجتہد مطلق اور مصلح عالم کا مدعی ہے تاہم بعض ایسے بھی ہیں جو ایک خاص غرض لے کر نکلے ہیں اور اسی خاص دائرہ میں اپنی مساعی کو محدود رکھنا چاہتے ہیں چنانچہ رسائل میں، جادو ڈھاکہ مرتبہ خواجہ محمد عادل قیمت دو روپئے مع محصول، المومن دعہ ۲۳ نبیا پوکھر روڈ کلکتہ سالانہ قیمت عہ صفحات ۲۴، الصالح (بازار چتلی قبر دہلی سالانہ قیمت صہ صفحات ۴۴ مہینہ میں دوبار) رفیق التعلیم (ہیرا منڈی لاہور صفحات ۴۸ قیمت سالانہ سے) آتالیق (شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن) مظاہر جدید (دہرہ دون، ص ۴۸ قیمت سے رو عکا)

واعظ (شاہ علی بنڈہ حیدرآباد ہفتہ وار صفحہ ۱۶) المعالج (امرتسر قیمت عکار صفحہ ۴۲) مشیر الاطباء (حویلی کابلی ل لاہور قیمت ہے ۱ر رو عکا صفحہ ۴۸) وغیرہ خاص مقاصد کو پیش نظر رکھکر شائع ہورہے ہیں،

بنگال کا جادو اپنے صوبہ میں اُردو کی ترویج کا آرزومند ہے اور اپنے صوبہ کے علمی اور تاریخی مفاخر کو منظر عام پر لاتا ہے، اوس کو چند ایسے علم دوست اصحاب کی قلمی اعانت حاصل ہوگئی ہے جن سے امید ہے کہ وہ اس کو پایہ سے گرنے نہ دیں گے، اب تک اوس میں مستند و مفید اور محققانہ مضامین شایع ہوئے ہیں،

المومن - ہندوستان میں "قوم مومنین" کا پہلا ترجمان ہے، جناب محمد یحیٰ صاحب مومن اس کے مدیر ہیں اور اپنی قوم کے حسب حال مضامین شایع کرتے ہیں، **الصالح**، مذہب، اخلاق و تصوف کے مضامین کا ایک عام پسند رسالہ ہے، یعنی مضامین کے مواد میں زیادہ تر عوام پسند باتیں ہوتی ہیں مہینہ میں دو مرتبہ نکلتا ہے، **رفیق التعلیم**، پنجاب میں تعلیمی محکمہ، اور احکام و مراسلات اور مدرسین اور طلبہ کے لئے دلچسپ مباحث شایع کیا کرتا ہے، اور اپنے مقصد میں ایک حد تک کامیاب ہے، **آتالیق** حیدرآباد کمسن طالب علموں کو علمی ترقی اور اخلاقی نشو و نما کا سبق سکھاتا ہے، **مظاہر جدید**، سائنس کے چٹکلوں اور علوم جدیدہ کے علمی فوائد کا مبلغ ہے مستقل مضامین اس میں نہیں ہوتے، علمی خبروں کی ترتیب بھی اس میں کچھ بہتر نہیں ہوتی، تاہم اس مقصد کے رسائل کی عدم موجودگی میں نہیں سے یہاں بہتر ہے **واعظ** حیدرآباد اپنے خیال کا واحد رسالہ ہے، وہ خالص مذہبی مواعظ و نصائح سے پر رہتا ہے، مولوی عبد الوہاب صاحب عندلیب، کی یہ مذہبی خدمت لائق تعریف ہے، عام مسلمانوں کو وہ مؤثر انداز میں دین و مذہب اور اخلاق و آداب کی تعلیم دیتا ہے، **المعالج** طب یونانی و ویدک اور ڈاکٹری مضامین شایع کرتا ہے، کیا ہم اوس سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اوس کو موجودہ سطح سے بلند کرنے کی کوشش کریں گے اس حیثیت سے مشیر الاطباء قابل داد ہے جو اپنے مخصوص موضوع پر دلچسپ مفید اور معرکہ مضامین پیش کرتا ہے، دوسری طرف وہ رسائل ہیں جو اپنے جوش خدمت کو دبا نہ سکے اور ایک محدود دائرہ عمل میں

ساعی ہونے کی بجائے انہوں نے اپنے کو علمی، ادبی، اخلاقی، تاریخی، طبی، صنعتی، تفریحی، معاشی اور معلوم کن کن علوم و فنون کا نقیب ظاہر کیا ہے، اس میں بعض وہ رسائل بھی ہیں جو ایک معقول حد تک ہمیں کامیاب بھی ہوئے ہیں اور وہ بھی ہیں جن کے مضامین ٹائیٹل کے ان ادعاوی کی خاموش تکذیب کرتے ہیں۔

اول الذکر میں حیدرآباد کا ماہوار علمی رسالہ **ترقی** ہے جو ۹۶ صفحے کے اچھے کاغذ، عمدہ چھپائی، اور دلچسپ اور مفید مضامین کے ساتھ اندرون چادر گھاٹ حیدرآباد دکن سے شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت پانچ روپیہ ہیں۔

نظام المشائخ، خطیب و گلچین کے مشترک ایڈیٹر ملا محمد الواحدی صاحب نے جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کی زیر سرپرستی **درویش** نامی ایک پندرہ روزہ رسالہ دہلی سے نکالا ہے۔ یہ رسالہ اُنکے مشہور دائرۂ عمل کے مطابق مضامین پیش کرتا ہے۔ چندہ سالانہ دو روپے۔ **ظل السلطان**، کو ہمارے مکرم دوست جناب منشی محمد امین صاحب زبیری نے دوبارہ بھوپال ہی سے جاری کیا ہے۔ اس کی نئی زندگی اسکی پہلی زندگی سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد ہے۔ معلومات نسوانی کا خاصہ ذخیرہ اس میں ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپے ہیں۔ اسی نسوانی سلسلہ کی ایک کڑی **حور** ہے، جو ابھی کلکتہ سے نکلا ہے، بہتر ہوتا کہ خود مدیرہ کی ہم صنف ہستیاں اسمیں عملی حصہ لیتیں قیمت سالانہ ۳ روپے، ساگر دت لین، کلکتہ۔

مولوی عبد المجید صاحب خادم نے **مسلمان** نام ایک رسالہ سوہدرہ ضلع گجرانوالہ سے نکالا ہے اس میں مختلف مباحث پر متعدد مضامین ہیں، کاش وہ نام کی لاج رکھتے، اور اس بات کو سمجھتے کہ ہر شخص کو خوش رکھنے کی کوشش کے معنی کسی کو خوش نہ رکھنا ہے قیمت سالانہ عہ؎۔ **ترچھی نظر**، لکھنؤ، ماہانہ شائع ہوتا ہے، مضامین کے لحاظ سے وہ تجربہ کار ارباب قلم کی منتوں سے پاک ہی قیمت تین روپے۔ بدایون سے **مشاہیر** نام ایک ماہوار رسالہ کی اشاعت شروع ہوئی ہے اس کا مقصد غالباً "زندہ مشاہیر کے سوانح و حالات اور ان کے قابل ذکر کارناموں کو ملک میں پھیلانا" ہے۔ مگر وہ اپنے محدود دائرہ سے اکثر الگ ہو جاتا ہے، ہمارے دوست مولانا عبد الماجد بدایونی قادری کے مضامین اکثر اس میں نکلتے رہتے ہیں لکھائی چھپائی اچھی، قیمت للعہ؎۔

مطبوعات جدیدہ

ہیئت جدید اُردو میں جدید علم ہیئت پر چند کتابیں شایع ہوئی ہیں، جن میں قابل ذکر پنجاب یونیورسٹی کی تصنیف مفتاح الافلاک گو علم کی وسعت کے مطابق وسیع نہیں اس وقت ہمارے سامنے ہیئت جدید کے نام سے ایک نئی تصنیف ہے، جو تین ضخیم جلدوں میں منقسم ہے اور اپنے موضوع پر ہر حیثیت اور ہر طریق سے اس قدر کامل ہے کہ دوسری علمی زبانوں میں اس علم پر جو کتابیں ہیں ان سے کسی حال میں کم رتبہ نہیں، یہ درحقیقت سال جدید کے ترقیات لسانی میں قابل فخر اضافہ ہے،

ان معلومات کو جن دماغوں نے اُردو کا قالب پہنایا ہے، وہ اسلامیہ کالج پشاور کے دو لائق مسلمان پروفیسر، پروفیسر منہاج الدین بی اے، ایم ایس سی، استاذ طبیعیات، اور پروفیسر برکت علی ایم اے، بی ایس سی، استاذ ریاضیات ہیں، شاید اُردو میں یہ پہلی علمی تصنیف ہے، جو دو دماغوں کا متحد نتیجہ ہو ہم ان مصنفین کو ان کی کامیابیوں پر دلی مبارکباد دیتے ہیں ہیئت کے باب میں عربی اصطلاحات کا کافی ذخیرہ پہلے سے گو موجود ہے اور وہ اب بھی کارآمد ہے، تاہم ان مصنفین کو جدید اصطلاحات کے ترجمہ، انتخاب اور وضع میں کافی محنت اُٹھانی پڑی ہوگی، تصنیف مذکور، حسب ذیل تین حصوں پر منقسم ہے:-

حصہ اول، اس میں ہیئت جدید کی مجمل تاریخ اس علم کے مبادی اور ابتدائی معلومات، عرض بلد طول بلد، تجاذب، مادّی اور زمین، سیارات اور آفتاب کے اوزان معلوم کرنے کے طریقے، رصد کے آلات اجرام سماوی کے فاصلے معلوم کرنے کے طریقے، کسوف و خسوف اور دیگر مناظر فلکی کی تفصیل ہے، ۴۲۰ صفحے قیمت کاغذ قسم اعلیٰ سے؎ قسم دوم عہ؎

حصہ دوم، میں نظام شمسی کی تشریح، آفتاب، سیارات، زمین اور چاند کے مفصل احوال، دمدار ستاروں کی ماہیت اور شہاب ثاقب کا تذکرہ ہے، ۲۵۰ صفحے قیمت قسم اعلیٰ عہ قسم دوم ۱۲ر،

حصہ سوم، مجامع النجوم، یعنی ستاروں کی اشکال مجموعی کی تفصیل اور اُن کی شناخت کا بیان ہو ستاروں کی ماہیئت، اون کی حرکات، اوزان اور ابعاد معلوم کرنے کے طریقے بھی وضاحت سے لکھے ہیں، کرۂ فلکی کے ہیولیٰ اور عالم کے آغاز و انجام پر آخری بحث ہے، ۲۱۲ صفحے، قیمت قسم اول عہ قسم دوم ۱۲ر، ہر حصہ کے آخر میں انگریزی اصطلاحات کے مقابل اردو مصطلحات کا فرہنگ ہے لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ بہتر، مصنفین کے نام، اسلامیہ کالج پشاور کے پتہ سے درخواست بھیجنی چاہئے،

کنز مکتوم، حصہ اول، از شاہ غلام غوث معروف بہ غوثی شاہ اکبری قادری،

تصوف کے ذخیرہ میں مثنوی مولانائے روم کو جو مقبولیت و مرتبۂ استناد حاصل ہے، مشکل سے کسی دوسری کتاب کو ہوگا، اسکی شرحیں بھی مختلف زبانوں میں بکثرت لکھی جا چکی ہیں، خود اردو میں بھی متعدد شرحیں موجود ہیں تاہم اردو میں ابھی ایک مستند مبسوط شرح کی ضرورت باقی ہے مقام مسرت ہے کہ جناب غوثی شاہ صاحب حیدرآبادی نے اس ضرورت کو پورا کر دینے کا عزم کیا ہے اور اس غرض کے لئے انھوں نے شرح بحر العلوم کا انتخاب فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ کنز مکتوم کے نام سے دو ڈھائی جزو کی ضخامت کے ساتھ ماہوار شایع کرتے رہینگے، طریقۂ تحریر یہ ہے کہ پہلے مثنوی کے اصل اشعار نقل کئے ہیں، اونکے نیچے ان کا منظوم اردو ترجمہ درج کیا ہے، اور اس کے بعد شرح بحر العلوم کا اردو ترجمہ، نظم مثنوی کا ترجمہ اگر بجائے نظم کے نثر میں ہوتا تو بہتر تھا، تاہم مترجم صاحب کی کوشش فی الجملہ لایق داد و مستحق حوصلہ افزائی ہے، امید ہے کہ شائقین تصوف کو اپنی قدر دانی کا ثبوت دینا چاہئے ملنے کا پتہ، منیجر اختر دکن پریس، افضل گنج حیدرآباد دکن ابتک شاید صرف پہلا نمبر شایع ہو چکا ہے، ضخامت دو جزو، تقطیع ۲۰×۲۶، طباعت، کتابت و کاغذ درجہ اوسط، قیمت سالانہ للعہ ششماہی عہ

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ — ۱۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم، ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعۃ کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع)

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا مالک پر تبصرہ عہ

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند نے خلفائے اسلام کو خلفا اور سلاطین ہند نے سکوں و کتبوں میں جو تسلیم کیا ہے اونکا ثبوت، ۸ر

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جد و جہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے عجیب معلومات ہیں، ۶ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، عہ

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ر

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا علمی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۵۰۰ صفحے ۱۲ر

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل، صفحات ۴۵۰ قیمت للعہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب "قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ طبع دوم، قیمت عار

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عار غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عار

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۱۲ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عار

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ے، جلد دوم عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و ۱۲ر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے قیمت عار

سیر الصحابیات، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ

اور عام صحابیات کی سوانح عمریان اور ان کے علمی واخلاقی کارنامے، قیمت

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول، ... دوم

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ،

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب "جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ" کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، بلکہ رہنمایون کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۲۳۲،

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول خدا صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان

مذہب کی باتین، بچون اور بچیون کی تعلیم کے لئے

رسالہ قوت خیال، دینی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ،

اثبات واجب الوجود، یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر،

تاریخ ابو البشر، کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ،

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین،

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین،

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد،

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی،

نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ،

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس بامحاورہ سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۲۰۱،

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوا نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش و سہل و آسان کتاب،

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب،

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امراء وزراء علما اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت ہی تحقیق و تفصیل سے لکھے ہین،

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر مکس مولر کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے،

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کئے ہین، قیمت